محدّث دہلوی

محمد عارف اللہ قادری مصباحی

المجمع الاسلامی (اسلامی اکیڈمی) مبارکپور، اعظم گڈھ۔ یو۔پی

المجمع الاسلامی کا سلسلۂ اشاعت نمبر (۱۶)

سوانح محدث دہلوی

شیخ محقق شاہ عبد الحق محدّث دہلوی قدس سرہ

از

محمد عارف اللہ قادری مصباحی

زیر نگرانی

مولانا محمد احمد مصباحی ۔ المجمع الاسلامی مبارکپور

ناشر

حافظ احمد القادری ۔ بھیرہ ۔ ولید پور ۔ اعظم گڑھ

کتاب — سوانح محدث دہلوی

مؤلف — محمد عارف اللہ خان قادری مصباحی
پیر پور - متھرا بازار - گونڈہ - یوپی -

مطبع — تاج آفسیٹ پریس الہ آباد

اڈیشن — اول (ایک ہزار)

سالِ اشاعت — ۱۴۰۰ھ ـــ ۱۹۸۰ء

صفحات — ۵۶ — قیمت — دو روپے

ناشر — نورانی بکڈپو - باری مسجد - آزاد نگر -
جمشید پور

ملنے کے پتے

۱- دفتر المجمع الاسلامی - مبارک پور - ضلع اعظم گڈھ
۲- حافظ نور الحسن - مدرسہ فیض العلوم - محمد آباد گوہنہ - ضلع اعظم گڈھ
۳- حق اکیڈمی - مبارکپور - ضلع اعظم گڈھ
۴- مکتبۃ الحبیب - ۱۴۰ - اُتر سوئیا - الہ آباد - ۳ -
۵- مکتبہ امجدی - بھیرڈوا - ضلع گونڈہ - یوپی -
۶- علامہ شرف قادری - مکتبہ قادریہ - اندرون لوہاری دروازہ - لاہور
۷- مولانا اکشن قصوری - مکتبہ اشرفیہ - مرید کے - ضلع شیخوپورہ (پاک)

پیش لفظ

باسمہٖ سبحانہٗ ـــــــ حامداً و مصلیا

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (۹۵۸ھ/۱۰۵۲ھ) کی شخصیت اپنے علم و عرفان اور عظیم تجدیدی و تصنیفی خدمات کے باعث بڑی ہی قد آور اور بلند و بالا ہے۔ ان کی حیات و خدمات پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مگر موجودہ سوانحات میں ان کے معتقدات و نظریات پر سیر حاصل گفتگو نہیں ملتی۔ حالانکہ کسی بھی شخصیت کا مکمل تعارف اُسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے نظریات کی بھی واضح نشاندہی کر دی جائے۔

عزیز گرامی مولوی محمد عارف اللہ قادری زید مجدہٗ نے جب شیخ محقق کی حیات و خدمات پر ایک مختصر مضمون ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کے لئے لکھا تو میں نے حصۂ معتقدات کے اضافے کا مشورہ دیا۔ میرے خیال میں یہی اضافہ مضمون کی عام مقبولیت کا سبب ہوا۔ میرے متعدد احباب مثلاً مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری، مولانا عبدالمبین نعمانی، مولانا محمد ایوب استاذ منظر حق ٹانڈہ وغیرہم نے اس کی تحسین فرمائی۔ خصوصاً مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی نے تو اِس قدر پسند کیا کہ اُسے کتابی شکل میں دینے کے لئے پیہم تقاضے کئے۔ آخر انھیں کی کوششوں سے اس کی اشاعت عمل میں آئی۔

اس لئے اپنی دعاؤں میں مؤلف عزیز اور راقم کے ساتھ برادر موصوف کو نہ بھولیں۔ حصۂ معتقدات میں ابھی اضافے کی کافی گنجائش ہے۔ اگر آپ نے مؤلف کی قدر دانی و ہمت افزائی فرمائی تو مجھے امید ہے کہ وہ اس اضافے اور مزید تصنیف و تالیف کی طرف توجہ کر کے دین متین کی نمایاں خدمات انجام دے سکیں گے۔ واللہ الموفق وھو خیر معین

محمد احمد الاعظمی المصباحی
رکن المجمع الاسلامی مبارکپور
صدر المدرسین مدرسہ فیض العلوم محمد آباد۔ اعظم گڈھ

بھیرہ۔ ولید پور۔ اعظم گڈھ
۱۵ صفر ۱۴۰۰ھ جمعہ
۴ جنوری ۱۹۸۰ء

باسمہٖ سُبحانہٗ تعالیٰ
اَلحمدُ لِاَھلِہٖ وَالصَّلوٰۃُ علیٰ نَبیّہٖ وَعلیٰ آلِہٖ وَجُنُودِہٖ

الفِ ثانی کے مجددین میں سرفہرست شیخ احمد بن عبدالاحد فاروقی مجدد الفِ ثانی علیہ الرحمہ (م ۱۰۳۴ھ) کا نام نامی آتا ہے۔ جن کی شانِ تجدید واحیاءِ دین کی جلالت ایوانِ حکومت سے لے کر جیل کی چہار دیواریوں اور عوام کی مجالس تک ہر جگہ ظاہر ہوئی۔

مگر اسی گیارہویں صدی میں حضرت شیخ عبدالحق بن سیف الدین، محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی ذاتِ گرامی بھی ہے جن کی تصنیفات نے دینِ متین کے احیاء و تجدید میں عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی عالمانہ وصوفیانہ زندگی کتنے طالبانِ حقیقت کے لئے دلیل راہ بنی۔ اوران کی جلیل الشان تصانیف نے کتنے گم گشتگانِ راہ کو جام ہدایت سے سیراب کیا۔

آج بھی ان کی ذاتِ گرامی عالمِ اسلام کی مسلمہ شخصیت اور ان کے رشحاتِ قلم علمائے دین کا مرجع اور مستند ذخیرہ ہیں۔

اسی نادرۂ روزگار شخصیت کی۔ حیات۔ خدمات اور اعتقادات۔ پر ایک مختصر کوشش چند اوراق میں پیش کی جا رہی ہے۔

حیات

نسب شیخ کے مورثِ اعلیٰ آغا محمد ترک بخارا کے رہنے والے تھے تیرہویں صدی عیسوی میں جب مغلوں نے اپنی وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا تو آپ وطن کی خراب فضا سے بددل ہوکر ترکوں کی ایک جماعت کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے ۔ یہ سلطان علاء الدین خلجی (۱۲۹۶ء/۱۳۱۶ء) کا زمانہ تھا ۔ سلطان نے آپ کی بڑی عزت افزائی کی اور اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا ۔ اسی درمیان گجرات کی مہم پیش آگئی جس کی وجہ سے آپ کو گجرات جانا پڑا فتح کے بعد وہیں قیام پذیر ہوگئے ۔ اللہ نے آپ کو بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا ایک سو ایک بیٹے تھے لیکن ایک ہولناک سانحہ پیش آیا ۔ سو لڑکے انتقال کر گئے سب سے بڑے صاحبزادے معز الدین بچے ۔ آپ اپنے والد کے ہمراہ دہلی آگئے ۔ اخبار الاخیار سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق (۱۳۲۰ء ـ ۱۳۲۵ء) کے عہد تک گجرات رہے تھے ۔ سلطان محمد بن تغلق کے زمانے میں انتقال ہوا ــــ ملک معز الدین سے اس خاندان کا سلسلہ جاری ہوا ۔ آپ کے فرزند شیخ موسیٰ نے بڑی شہرت و ناموری حاصل کی ۔ یہ فیروز شاہ کا زمانہ تھا لیکن فیروز شاہ (المتوفی ۱۳۸۸ء) کے انتقال کے بعد ملک میں بڑی بدنظمی پھیل گئی اور حالات نے ایسی خطرناک صورت اختیار کر لی کہ آپ کو مجبوراً دہلی چھوڑ کر ماوراء النہر کا رخ کرنا پڑا لیکن زیادہ دن وہاں نہ ٹھہر سکے ۔ جب تیمور (۱۳۹۸ء) نے ہندوستان پر حملہ کیا تو آپ اس کی فوجوں کے ساتھ پھر دہلی تشریف لائے ــــ شیخ موسیٰ کے کئی بیٹے تھے لیکن شیخ فیروز سب سے امتیازی حیثیت کے مالک تھے آپ کو سپہ گری اور شعر و شاعری میں کمال حاصل تھا شیخ فیروز بہرائچ کے کسی معرکے میں شہید ہوگئے ۔ ان کی بیوی حاملہ تھیں ۔ کچھ دنوں بعد ایک فیروز بخت صاحبزادے تولد ہوئے جن کا نام سعد اللہ تھا ان میں بھی باپ کے تمام خصائل موجود تھے ۔ شیخ محمد کنگن کے دستِ حق پرست پر

بیعت کی۔ آپ کا ۲۲ ربیع الاول ۹۲۸ھ مطابق ۱۵۲۱ء کو وصال ہو گیا۔ آپ کے دو بیٹے تھے شیخ رزق اللہ اور شیخ سیف الدین دونوں کو عشقِ الٰہی کا بے پناہ جذبہ ورثہ میں ملا تھا۔

شیخ کے والد ماجد

شیخ کے والد مولانا سیف الدین ۹۲۳ھ مطابق ۱۵۱۴ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ اللہ نے انھیں بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا صاحبِ دل بزرگ اور مایۂ ناز شاعر اور بذلہ سنج بھی تھے۔ آپ کا تخلص نام کی نسبت سے سیفی تھا مثنوی سلسلۃ الوصال جو پانچ سو اشعار پر مشتمل ہے۔ ایک دن میں لکھی پیر کا نام عبد الملک اور لقب امان اللہ تھا۔ پیر کے وصال کے بعد شیخ امان کی خدمت میں حاضر رہنے لگے اور وہیں خلافت سے بھی نوازے گئے۔

وصال سے پہلے آپ نے کچھ کلمات اور اشعار لکھ کر کفن کے ساتھ رکھنے کی تاکید فرمائی تھی جب وصال کا وقت بالکل قریب آگیا تو بجائے خوف و ہراس کے ذوق و شوق پیدا ہو گیا جس طرح ایک عاشقِ صادق اپنے معشوق کی ملاقات کیلئے بے چین اور انتہائی مشتاق رہتا ہے۔ ۲۷ شعبان ۹۹۰ھ ۱۵۸۲ء کو آپ کا وصال ہوا۔

شیخ محمد عبد الحق کی ولادت

ماہ محرم ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں شیخ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت والد ماجد کے زیرِ سایہ رہ کر حاصل کی۔ والد نے آپ کے اخلاق و عادات اور خیالات کی تربیت میں خاص اہتمام فرمایا۔ اس کی شہادت شیخ کی زبانی زیادہ مناسب ہے۔

(شب و روز در کنار مرحمت و جوار عنایت ایشاں تربیت می یافتم) رات دن میں ان کی آغوشِ مرحمت اور جوارِ عنایت میں تربیت حاصل کرتا تھا۔ (اخبار الاخیار ۳۱۲)

سب سے پہلے قرآن شریف شروع کرایا۔ دو تین مہینہ میں اپنی خداداد ذہانت

و فطانت سے پورا قرآن پڑھ لیا پھر لکھنے کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور اسے حیرت انگیز طور پر قلیل مدت میں سیکھ ہی نہیں لیا بلکہ کتابت میں بے مثال ہو گئے۔ اس کی گواہی محدث صاحب ہی کی زبانی سنئے۔

"در اندک مدت شاید اگر بمقدار یک ماہ تعین نکنم دروغ نہ گفتہ باشیم"
تھوڑی مدت میں اگر ایک ماہ متعین کرلوں تو غلط نہ ہوگا۔ (اخبار الاخیار ص ۳۱۱)

اسی سے ظاہر ہے کہ جو ایام طفلی میں اس قدر ذہین ہو اس کا عنفوان شباب میں کیا عالم ہوگا لیکن آپ اس کا اصلی سبب اپنے والد کو قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

ہر چہ است اثر توجہ و عنایت ایشاں ست۔ (ایضاً)
جو کچھ ہے آپ کی توجہ و عنایت کا اثر ہے۔

آپ حافظ بھی تھے اور اتنی قلیل مدت میں حفظ سے فراغت حاصل کی تھی کہ آج حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے ایک سال یا کچھ زیادہ مہینوں میں حفظ کر لیا۔ حفظِ قرآن کے بعد علومِ اسلامیہ کی طرف توجہ کی اور عربی صرف کی پہلی کتاب میزان الصرف پڑھنا شروع کی اور مصباح و کافیہ تک خود والد صاحب کے زیر سایہ تعلیم حاصل کی بارہ تیرہ برس میں شرح عقاید اور شرح شمسیہ پڑھ لی، پندرہ سال کی عمر میں مختصر و مطول سے فارغ ہو گئے۔ حصولِ علم کا جذبہ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ہر وقت مطالعہ و کتب بینی میں مستغرق رہتے۔ اگر کوئی مفید علمی کتاب دستیاب ہو جاتی تو پوری دیکھے بغیر نہ رہتے اور جب تک بذات خود نہ حل کر لیتے تب تک اسی میں منہمک رہتے۔ حتی کہ استاد سے پوچھنے کی حاجت باقی نہ رہتی۔ ہر کتاب کے متن و حاشیہ سے مکمل استفادہ کرتے۔ خود فرماتے ہیں کہ ایامِ طفولیت ہی سے مجھے لہو و لعب پسند نہیں رہا۔ اگر ماں باپ کچھ دیر کھیلنے کے لئے کہتے تو عرض کرتے میری تفریح تو اسی پڑھنے لکھنے میں ہے مطالعہ میں مشغولیت کا یہ عالم رہتا کہ بارہا سر کے بال اور عمامے جل گئے۔

اور آپ کو مطلق خبر بھی نہ ہوئی آپ جس مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے وہ مکان سے دو میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ وقت سے پہلے ہی مدرسہ روانہ ہو جاتے دوپہر کے وقفہ میں بھی آتے تھے اور کھانے کے بعد مدرسہ چلے جاتے تھے اس طرح آٹھ میل کی طویل مسافت پیدل طے کرتے تھے گرمی کی تیز و تند اور جھلس دینے والی ہوا ہو یا سخت سردی ہر موسم میں وقت پر مدرسہ پہنچ جاتے۔

آپ نے عربی و فارسی میں کامل دستگاہ حاصل کر لینے کے بعد علمائے ماوراءالنہر سے استفادہ کیا۔ اور اس درمیان بھی ویسی ہی محنت کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے جس فن کی طرف توجہ کی اس میں اپنی قابلیت و صلاحیت کا سکہ بٹھا دیا۔ چنانچہ آپ کو منطق و فلسفہ جیسے فنون میں بھی دستگاہ حاصل تھی۔ آپ کے اساتذہ بھی آپ کی جودت طبع اور ذہانت کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں۔

"ما از تو مستفیدیم و مارا بر تو منتے نیست" (اخبار الاخیار ص ۳۱۲) — ہم تم سے مستفید ہیں اور ہمارا تم پر کوئی احسان نہیں۔

والد چوں کہ صاحب تصوف بزرگ تھے اور انھیں سے شیخ نے اسرارِ تصوف بھی حاصل کئے تھے اس لئے ان پر تصوف کا غلبہ زیادہ رہا۔ آپ کے والد وحدت الوجود کے سختی سے قائل تھے آپ نے مسئلہ وحدت کے متعلق معلومات کے گنج گرانمایہ بھی آپ ہی سے حاصل کئے۔ آپ کو عہدِ طفولیت ہی سے نماز و روزہ اور اوراد و وظائف کی تعلیم مل چکی تھی۔ جوان ہونے پر یہ شغف ایک حد تک بڑھ گیا۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ نے حجازِ مقدس کا سفر فرمایا اس وقت اکبر کا زمانہ تھا۔ لادینیت پھیل چکی تھی۔ علمائے سوء اکبر کے خود ساختہ دین کی حمایت میں مسلمانوں کو گمراہ اور بے دین کر رہے تھے۔ خدا کے نیک بندوں کو گوشۂ تنہائی میں بھی سکون نصیب نہ تھا ان حالات سے عاجز آکر بہت سے علماء و مشائخ نے

ترکِ وطن ہی مناسب سمجھا۔ آپ نے بھی یہاں کے حالات کا بغور اندازہ کر لیا تھا اور کسی حد تک مایوس بھی ہو گئے تھے۔

سفر حجاز اس لئے ۹۹۶ھ مطابق ۱۵۸۶ء کو اڑتیس برس کی عمر میں مالوہ ہوتے ہوئے احمد آباد پہنچے۔

یہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ حجاز جانے کا موسم ختم ہو چکا ہے اس لئے وہیں رک گئے۔ اس وقت گجرات میں حضرت وجیہہ الدین رحمۃ اللہ علیہ مرجع انام بزرگ تھے آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا اور بہت سی متداول اور قابلِ اعتماد کتابوں کے محشیٰ بھی تھے آپ نے ان سے سلسلۂ عالیہ قادریہ کے کچھ اوکار و اشغال حاصل کئے۔ ایک سال تک وہیں قیام رہا۔ احمد آباد میں آپ کے قریبی دوست مرزا نظام الدین نے زاد راہ کا انتظام کیا۔ اور کچھ مہینہ پہلے ہی حجاز کے لئے روانہ ہو گئے۔

حجاز مقدس رمضان سے قبل ہی پہنچ گئے تھے چنانچہ ۹۹۶ھ تک انہوں نے مکہ معظمہ کے محدثین سے صحیح مسلم اور صحیح بخاری کا درس لیا۔ پھر شیخ متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہیں مشکوٰۃ شریف کا درس لینا شروع کیا ۲۳ ربیع الثانی ۹۹۷ھ کو شیخ عبد الوہاب متقی کی اجازت سے مدینہ شریف حاضر ہوئے۔ وہاں سے واپس آکر مشکوٰۃ کا درس پورا کیا شیخ عبد الوہاب متقی نے اطمینان کیا۔ پھر حرم شریف کے ایک حجرے میں ریاضت کے لئے بٹھا دیا۔ شیخ بذاتِ خود آپ کی نگرانی فرماتے جب خلوت کدہ سے فارغ ہوئے تو شیخ سے مسلم شریف کی قراءت کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی۔ اور فرمایا۔

"اکنوں عزیمتِ ہندوستان بکنید" "اب ہندوستان کا عزم کرو"

آپ نے حجاز نہ چھوڑنے کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن شیخ متقی کے بہیم اصرار

اور تقاضے کی بناء پر آپ واپس آئے۔ چلتے وقت شیخ متقی نے حضرت غوث اعظم علیہ الرحمہ کا ایک پیراہن مبارک بھی عطا فرمایا تھا۔

درس وتدریس آپ نے حجاز سے واپس آتے ہی درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا اور یہ آخری عمر تک جاری رہا۔ آپ کا مدرسہ ہندوستان گیر شہرت کا حامل تھا اور ایسے انحطاطی دور میں قائم ہوا تھا جبکہ ہر چہار طرف بدعات ومنکرات کا دور دورہ تھا۔ بارہا مخالف طاقتیں مدرسہ کے بام ودر سے ٹکرائیں لیکن آپ کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔

تصوف آپ کے اندر شروع ہی سے تصوف کا رنگ غالب تھا اور کیوں نہ ہو۔ والد کی متصوفانہ صحبت جو پائی تھی۔

ملا عبد القادر لکھتے ہیں کہ:۔

"در تصوف رتبۂ بلند دارد" — تصوف میں بلند رتبہ ہیں (منتخب التواریخ)

خافی خاں نے لکھا ہے۔

در صلاح وتقویٰ کہ لازمۂ علم باعمل است ممتاز بود۔ در اداۓ فرائض و سنن تادم واپسیں دقیقہ فروگذاشت نہ نمود۔ (منتخب اللباب ص ۲۴۰)

نیکی اور تقوی (جو کہ علم باعمل کا لازمہ ہے) میں ممتاز تھے۔ فرائض وسنن کی ادائگی میں اخیر دم تک کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرمایا۔

آپ علوم باطنی کا انکشاف نہ فرماتے تھے بلکہ اسے پردۂ خفا ہی میں رکھنا پسند کرتے تھے۔

ملا عبد القادر کا بیان ہے۔

ستر حال خویش بافادہ واستفادہ علوم رسمیہ می کند" (منتخب التواریخ ج ۳ ص ۱۴۲)

علوم مروجہ سیکھنے سکھانے کی مشغولیت سے اپنے حالِ ولایت کی پردہ داری کرتے ہیں

بیعت سب سے پہلے شیخ نے اپنے والد سے بیعت کی۔ خود ہی فرماتے ہیں ـــ

"والدم را بر من حق پدری واستادی و دوستی و پیری جمع است" (وصیت نامہ)
میرے والد کے میرے اوپر پدری، استادی دوستی اور پیری سبھی حقوق جمع ہیں۔

اس کے بعد والد نے حکم دیا کہ حضرت موسیٰ گیلانی کے حلقۂ مریدین میں شامل ہو جاؤ۔ سعید فرزند نے حکم کی تعمیل کی۔ سید موسیٰ گیلانی سلسلہ عالیہ قادریہ کے بزرگ تھے۔ اور سید عبد الحامد معروف بہ حامد گنج بخش (المتوفی ۹۷۸ھ ۱۵۷۱ء) کے فرزند ارجمند تھے، حضرت موسیٰ گیلانی نے شیخ کے ساتھ غایت درجہ لطف و کرم فرمایا اور خلافت سے نوازا شیخ نے لکھا ہے ـــ!

"غایت محبت بمن داشت و مرا بفرزندی قبول کرد و تلقین نمود و خلافت داد۔"
مجھ سے بڑی محبت رکھتے۔ مجھے اپنی فرزندی میں قبول کیا، تعلیم دی اور خلافت عطا کی۔

سید موسیٰ گیلانی سے شرف یابی کے بعد آپ نے مکہ کا سفر کیا، آگے انہیں کی زبانی سنئے!

"بعدِ شرف یابی از سید موسیٰ گیلانی بہ مکہ رفتم و بہ خدمت شیخ ولی اجل واعز و اکرم قطب الوقت عبد الوہاب متقی رضی اللہ عنہ مشرف شدم، وے نیز قبول کرد و علم ظاہر و باطن تربیت فرمود و سے در انتساب قادری و در سلوک و ارشاد شاذلی و از سلسلہ مدنیہ و چشتیہ کہ از راہ بالا بجانب ولایت مآب شیخ مودود چشتی می رسد نیز خلافت داشت مرا نیز بخلافت ایں سلاسل مشرف گردانید"ـــ

سید موسیٰ گیلانی سے مشرف ہو کر میں مکہ گیا۔ اور نہایت بزرگ اور عزیز و کریم ولی قطب الوقت شیخ عبد الوہاب متقی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری کا

شرف حاصل کیا انہوں نے علوم ظاہر و باطن کی تعلیم فرمائی انہیں سلسلۂ قادریہ اور سلوک و ارشاد شاذلی اور سلسلۂ مدنیہ و چشتیہ میں (جو اوپر سے شیخ مودود چشتی کی جانب پہونچتا ہے)۔ خلافت حاصل تھی، مجھے بھی ان سلاسل کی خلافت سے نوازا۔

پھر جب ہندوستان واپس آئے تو خواجہ محمد باقی کی خدمت میں شرف یابی کا موقع ملا اور انہیں کے پاس نقشبندی طریقۂ خواجگان کی مشق کی ان سے بیعت بھی کی اس طرح آپ کو مندرجہ ذیل سلاسل سے تعلق حاصل تھا۔

قادریہ، چشتیہ، شاذلیہ، مدنیہ، نقشبندیہ۔

لیکن آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضور غوث پاک نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارے پر مجھے خواب میں مرید بھی فرمایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بزبان فارسی ارشاد فرمایا تھا۔ بزرگ خواہی شد"

ایک مکتوب میں اپنے فرزند نور الحق کے نام لکھتے ہیں۔

"مرجع و ماوای فقیر آں سید کائنات وخلاصۂ موجودات است علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات بوسیلہ حضرت پیر دستگیر غریب نواز شکستہ پرور غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی"

فقیر کا مرجع و ماویٰ حضرت پیر دستگیر، غریب نواز، شکستہ پرور غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے سید کائنات، خلاصۂ موجودات علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات ہیں۔

شاہانِ وقت اور شیخ محدث

شیخ محدث کی خود دار طبیعت مبالغہ آرائی اور مدح وثنا سے بالکل بے زار تھی۔ شیخ فرید کو لکھتے ہیں۔

در حفظ مراسم مدح و تعظیم و بیان شوق و محبت بر جادہ وسط و اعتدال ایستادن و از دائرہ احتیاط و نفس الامر بیروں نیفتادن، در غایت دشواری است اگر براہ مبالغہ در مدح و ثنا نرود نامہ از خلیفہ عرف و عادت عاطل بود، واگر برود عزیمت دین و صولت یقین باطل شود، اے کاش ایں رسم و عادات در عالم نبودے۔ (المکاتیب والرسائل بحاشیہ اخبار الاخیار)

تعریف و تعظیم کے مراسم کی حفاظت اور شوق و محبت کے بیان میں راہِ اعتدال پر قائم رہنا اور احتیاط و واقعیت کے دائرہ سے باہر قدم نہ رکھنا بہت مشکل ہے۔ اگر تعریف و توصیف میں مبالغہ کی راہ اختیار نہ کرے۔

اور اگر اختیار کرے تو دینی عزیمت اور یقین کی سطوت رخصت ہوتی ہے۔ اے کاش! عالم میں یہ رسم و عادت نہ ہوتی۔

اکبر کی موت کے بعد جب اس کا بیٹا نور الدین جہانگیر تخت نشین ہوا تو آپ نے بادشاہ سے بھی تعلق قائم فرمایا چنانچہ آپ نے بادشاہ کے فرائض اور پابندیوں سے متعلق ایک رسالہ لکھا بعد میں ایک رسالہ جو چالیس احادیث پر مشتمل تھا خاص بادشاہ کے لئے تصنیف فرمایا۔

وصال

۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو چورانوے سال کی عمر میں یہ بادشاہِ علم و فضل، ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند سو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

شیخ نے وصیت نامہ میں تحریر فرمایا۔

"دعا و تمنائے فقیر از درگاہ الٰہی

سرت اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک واجعل موتی ببلد رسولک اگر ایں دعا قبول افتاد، ہیچ حاجت بوصیت

بارگاہِ الٰہی سے فقیر کی دعا و تمنا یہ ہے کہ اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر

نیست و اگر در یں بجا اجل رسید بالائے حوض شمسی کہ جائے پاکاں و مغفوراں ست دفن کنند۔" مبارک میں موت دے اگر یہ دعا قبول ہو گئی تو وصیت کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر اسی جگہ موت آجائے تو حوض شمسی کے اوپر جو نیکوں اور مغفوروں کی جگہ ہے دفن کریں۔

قبر کو وسیع کرنے کی ہدایت کی اور حد اعتدال سے نہ تجاوز کرنے کی تاکید فرمائی - فرماتے ہیں۔

قبر وسیع بکنند، تجاوز از اعتدال و درونِ قبر گچ نہ کنند، و دیوار ہائے از خشتِ خام بر آرند و بہ دیوار بالیں طاق بسازند و شجرہائے پیراں دراں ہنند۔" (وصیت نامہ) قبر کو وسیع کریں۔ حد اعتدال سے تجاوز نہ اور قبر کے اندر گچ نہ کریں اور اس کی دیواریں کچی اینٹ سے اوپر تک لائیں اور اوپر کی دیوار میں ایک طاق بنائیں اور پیروں کے شجرے اس میں رکھ دیں۔

وصیت کے مطابق شیخ نور الحق نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

کتب خانہ آپ نے ہر علم و فن پر معیاری کتابیں اپنے کتب خانہ کیلئے فراہم کرلی تھیں۔ حجاز میں قیام کے دوران بھی بہت سی نادر و مستند کتابیں حاصل کیں اور اس طرح یہ کتب خانہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے ایک نعمتِ بے بہا ہو گیا۔ لیکن دست برد زمانہ سے یہ بھی محفوظ نہ رہ سکا اور یہ قیمتی خزانہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں مرہٹوں اور سکھوں کے مسلسل حملوں کا شکار ہو گیا۔ شیخ محدث کی روح ان ہنگاموں کو دیکھ رہی تھی اور جسے مصنف نے صدیوں کی محنت اور کاوش سے مدوّن کیا تھا اس کی تباہی دیکھ کر بزبانِ حال کہہ رہی تھی ؎

اس دور میں ہر اک تہ چرخ کہن لٹا
اوروں کا زر لٹا مرا نقد سخن لٹا

خدمات

شیخ کی خدمات

جب ہم ہندوستان کی سولہویں اور سترہویں صدی عیسوی کی مذہبی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو، ہمیں مختلف افکار و نظریات کی حامل تحریکیں نظر آتی ہیں جو کسی نہ کسی طرح اسلام کے مسلّمہ عقائد و نظریات سے متعارض دکھائی دیتی ہیں ان تحریکوں کا مقصد صرف اسلام کے استحکام کو ختم کرنا تھا۔

ان میں یہ تحریکیں خصوصیت کے ساتھ ذکر کے قابل ہیں۔

عقیدۂ مہدویت، نظریۂ الفی، تصور امام، دین الٰہی۔ ان سے اسلام کو جو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے اس کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔ لیکن ایسے پرفتن اور نازک دور میں جب کہ ہندوستان بدعات و منکرات کا مرکز بن کر رہ گیا ہو۔ جب شعائرِ اسلامی کا صراحتہً مذاق اڑایا جا رہا ہو۔ جب نیک نفس اور پاک طینت مشائخ اور بزرگوں کو گوشۂ تنہائی نصیب نہ ہو۔

حق کی بلندی و عظمت کی حفاظت و صیانت اور دشمنانِ اسلام کی بیخ کنی کے لئے شیخ محقق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ نے ان تمام تحریکوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

اور بادشاہی رعب و جلال کی پرواہ کئے بغیر حق و صداقت کی خاطر جہاد کرتے رہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم آپ کی مذہبی خدمات کا مختصر خاکہ پیش کرنے سے قبل ان تمام تحریکوں کا مختصر جائزہ لیں۔ کیوں کہ کسی شخصیت کی حیثیت کا تعین اس کے گرد و پیش کے حالات اور ماحول کی خرابی اور اچھائی سے ہوتا ہے۔

مہدوی تحریک

مہدوی تحریک کا بانی سید محمد جونپوری تھا۔

جو ۱۴ / جمادی الاولیٰ ۸۴۷ھ مطابق ۱۴۴۳ء میں پیدا ہوا۔ چوں کہ بہت قابل اور باصلاحیت تھا اس لئے علماء نے اسے اسد العلماء کا خطاب دیا تھا۔ اسے درس و تدریس سے کافی شغف تھا۔ چالیس سال کی عمر میں اپنی مختصر سی جماعت کو لے کر حجاز کا سفر کیا۔ اور وہاں بھی درس و تدریس میں مشغول رہا۔ ۱۴۹۵ء میں مہدویت کا اعلان کیا اور احمد آباد میں اس نے ایک تحریک قائم کی۔ مہدویت کا تصور اسلام کے ایک مسلمہ اصول سے متصادم تھا۔ جس کی تردید کے لئے شیخ متقی، علامہ ابن حجر مکی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہم اللہ کمربستہ ہو گئے۔

اس کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ علیہ التحیۃ و الثناء کو جو بھی کمال حاصل ہے وہ سید محمد کو بھی حاصل ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ سرکار کو اصالۃً تھا اسے تبعاً۔

در اعتقاد سید محمد جونپوری ہر کمالیکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داشت در سید، سید محمد را نیز بود، فرق ہمیں است کہ آں جا باصالت بود و ایں جا بہ تبعیۃ و تبعیۃ رسول بجائے رسیدہ کہ ہم چو او شد۔

سید محمد جونپوری کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو کمال حاصل ہوا اسے بھی ملا۔ بس فرق یہی ہے کہ انھیں اصالۃً ملا اسے تبعاً مگر یہ تبعیت رسول بھی اس حد کو پہنچی (بزعم خویش) وہ بھی ان ہی جیسا ہو گیا۔

اس وقت کا سب سے اہم مسئلہ مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح تعین تھا۔ شیخ محدث نے اس مسئلہ پر جو جد و جہد کی ہے۔ ہمارے نزدیک یہی ان کا سب سے عظیم کارنامہ ہے۔

علما کا گروہ سب سے زیادہ گمراہ اور بے دین طبقہ علماء سوء کا تھا

جنہوں نے ہر طرف ضلالت و گمراہی کی فضا قائم کر رکھی تھی، یہ ایک اٹل اور بے غبار حقیقت ہے کہ عوام کو ضلالت و گمراہی کے عمیق غار میں گرانے کا گناہ ہمیشہ انھیں نفس پرست اور دین فروش علماء کے سر رہا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

,, اکثر علماء این وقت رواج دہندہائے بدعت و محو کنندہائے سنت ،، (مکتوبات دفتر دوم حصہ ہفتم ص ۵۴)	,, اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔

مخدوم الملک نے زکوۃ سے بچنے کے لئے ایک عجیب حیلہ تراشا تھا۔ سال پورا ہوتے پر اپنا سارا مال بیوی کے سپرد کر دیتا تھا۔ بعد میں بیوی سارا مال واپس کر دیتی تھی۔

اکبر کو سجدہ کرنے کا فتوٰی سب سے پہلے بدخشانی نے دیا تو ملا عالم کو افسوس ہوا کہ اسے یہ اجتہاد کرنے کی سعادت کیوں نہ حاصل ہوئی۔

داڑھی منڈانے کے متعلق حدیث شیخ امان پانی پتی کے بھتیجے نے نکالی۔ فریضۂ حج کے اسقاط کا فتوی مخدوم الملک کے ذہن کی اختراع تھا۔ غرضکہ اس وقت کے علماء کا ضمیر اس قدر مردہ ہو چکا تھا کہ وہ شریعتِ اسلامی کے خلاف براہِ راست اظہارِ خیال کرتے تھے۔

شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔

در معلوم شریف است کہ در قرنِ سابق ہر فسادے کہ پیدا شد، از شومی علماء سوء بظہور آمدہ ، (مکتوبات ج ا ص ۳۳)	خدائے تعالی کے علم شریف میں ہے کہ قرنِ سابق میں جتنے فتنے اٹھے ان سب کی پشت پر علماء سوء کا ہاتھ تھا۔

صوفیہ اس وقت کے صوفیاء نے بھی مذہب کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ان کے نزدیک شریعت و طریقت دو مختلف چیزیں تھیں ان کا عقیدہ تھا کہ خواص صرف معرفت کے مکلف ہیں۔ اور شریعت پر عمل کرنے کا مقصد محض معرفتِ حق تعالےٰ ہے اور جب معرفتِ خداوندی حاصل ہو جاتی ہے تو تکلیفات بھی ساقط ہو جاتی ہیں۔ اپنے استشہاد میں وہ یہ آیت کریمہ پیش کرتے تھے۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ہ یعنی عبادت حق تعالیٰ کی معرفت تک ہے۔ (مکتوبات ۳۵۵ دفتر اول)

دربارِ اکبری اکبر پہلے مذہب کا سخت پابند تھا۔ درباریوں کو پنج وقتہ نماز پڑھنے کی تلقین کرتا۔ علماء سے حسن عقیدت کا یہ عالم تھا کہ انہیں وہ اپنے زعم میں امام غزالی اور امام رازی علیہما الرحمہ سے بڑھ کر تصور کرتا تھا۔ چوں کہ اسے مذہب سے خصوصی لگاؤ تھا اس لئے اس نے خاص اس کے لئے ایک عبادت خانہ تعمیر کرایا۔ اور مسائل شرعیہ پر بحث و تمحیص کے لئے علماء کو مدعو کیا۔ اور اس میں بذاتِ خود شرکت کرتا۔ لیکن ان علماء سوء نے عبادت خانہ کو لڑائی جھگڑے کی آماجگاہ بنالیا۔ اکبر نے جس مقصد کی تحصیل کیلئے یہ کوششیں کی تھیں اس پر پانی پھر گیا اور انھیں حالات نے اس کے ذہن و فکر میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔ جنھیں وہ امام غزالی اور امام رازی سمجھا کرتا تھا انہوں نے اس کی امیدیں خاک میں ملادی تھیں۔ ایک دن عبدالنبی کو۔ جن کا پہلے بڑا ہی معتقد تھا اور جن کی جوتیاں سیدھی کرتا تھا بحث کے دوران زوردار تھپڑ رسید کیا۔

وہ بڑے ہی حسرت کے ساتھ کہتا تھا۔

کاش کہ میں رسمی علوم کے ماہرین سے اس قدر اختلافات نہ سنتا اور تفاسیر واحادیث کے اختلافات مجھے حیرانی میں نہ ڈالتے۔ اس طرح اس کے دل سے مذہب کی اہمیت بالکل ختم ہوگئی۔ ۱۵۷۹ء میں ایک محضر نامہ جاری کرایا جس کا مرتب ملا مبارک ناگوری تھا۔ محضر نامہ کی یہ عبارت خاص اہمیت رکھتی ہے۔

"مرتبۂ سلطانِ عادل عند اللہ زیادہ از مرتبۂ مجتہد است" سلطانِ عادل کا مرتبہ اللہ کے نزدیک ایک مجتہد کے مرتبہ سے فزوں ہے

یہ عبارت بظاہر بڑی سادہ معلوم ہوتی ہے لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخر کسی جاہل بادشاہ کو اجتہاد کا حق کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔

طوالت کے خوف سے ہم اس وقت کے معتقدات کا اجمال پیش کر رہے ہیں۔

ائمہ مجتہدین تنقیدات کا نشانہ بنے۔ ان کی شان میں تنقیص کے الفاظ استعمال کئے گئے۔ معراج مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم کا صراحتاً انکار کیا گیا۔ مذہب اسلام کے موجد عرب کے جاہل اور مفلس بدو قرار دیئے گئے، جو سب کے سب راہزن اور مفسد تھے وہ نبوت، مسئلہ کلام، دیدار الٰہی انسان کا مکلف ہونا، عالم کی تکوین، حشر و نشر، قرآن کے تواتر اور کلام الٰہی ہونے پر شک کرتا، بدن کے فنا ہو جانے کے بعد روح کے باقی رہنے سے منکر تھا۔ ثواب وعقاب کو محال سمجھتا تھا، البتہ تناسخ (آواگون) کے طور پہ عذاب وعقاب کا قائل تھا، رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے غلط اور بے بنیاد الزامات تراشتا۔

دیوان خانہ میں علانیہ نماز نہیں پڑھی جا سکتی تھی آفتاب کی دن اور رات میں چار بار پرستش ضروری تھی۔ جس کے اوقات صبح و شام دوپہر، آدھی رات تھے۔ سوّر اور کتّے کے ناپاک ہونے کا مسئلہ منسوخ کر دیا گیا تھا۔ شاہی محل کے نیچے یہ دونوں جانور تھے۔ بادشاہ ان کا دیکھنا عبادت خیال کرتا تھا۔ العیاذ باللہ (خدا کی پناہ)۔

ترویج علم حدیث ہندوستان کی سرزمین میں بہت سے علماء و فضلا پیدا ہوئے۔ اور سب نے حتی المقدور دینِ متین کی خدمت کی لیکن گیارہویں صدی ہجری میں جب کہ شمالی ہندوستان میں علمِ حدیث کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا۔ آپ نے علمِ حدیث کی شمع روشن کی اور مختلف علوم و فنون میں تحقیقی کتابیں تصنیف فرمائیں جن کی تعداد تریسٹھ ۶۳ تک پہنچی ہے۔ آپ کے علم و فضل کا اعتراف داراشکوہ نے اس طرح کیا ہے

"آپ اپنے وقت کے محدثین کے امام ہیں"

خافی خاں اس طرح رقمطراز ہیں۔

"در کمالات صوری و معنوی و تحصیل علومِ عقلی و نقلی خصوصاً تفسیر و حدیث در تمام ہندوستان ثانی نہ داشت۔" (منتخب اللباب ص ۵۵۱)

"صوری و معنوی کمالات اور علوم عقلی و نقلی خاص طور سے تفسیر و حدیث میں پورے ہندوستان میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔"

آپ کو معلوم تھا کہ ایسے ناگفتہ بہ اور پر آشوب حالات میں حدیث ہی لوگوں کو صحیح راہ دکھا سکتی ہے۔ اسی لئے آپ نے کتب احادیث کو نصاب کا لازمی جزو قرار دیا اپنے مدرسہ میں احادیث کا باقاعدہ درس دیا اس وقت ہندوستان میں فارسی زبان کا رواج تھا۔ آپ

کو عربی عبارات کے فارسی میں منتقل کرنے پر زبردست قدرت حاصل تھی۔ آپ نے عوام کی سہولتوں کے بپیش نظر فارسی میں احادیث کا ترجمہ کیا۔ مشکوۃ شریف سے آپ کو خصوصی لگاؤ تھا۔ اس کے چند وجوہ ہیں۔ (۱) مشکوۃ شریف ترتیب و تبویب کے اعتبار سے اچھی اور جامع ہے۔ (۲) اس میں صحیحین (بخاری شریف، مسلم شریف) کی احادیث شامل ہیں۔ (۳) صرف صحابی اور کتاب کا نام ہے جس سے قاری کی توجہ فوراً احادیث کی طرف منعطف ہو جاتی ہے۔

گیارہویں صدی ہجری میں علما، نے فلسفہ اور علمِ کلام کو کافی اہمیت دے رکھی تھی۔ قرآن و احادیث کو ثانوی درجہ حاصل تھا۔ اگر قرآن وحدیث کی طرف توجہ کیجاتی تو محض ہوائے نفس اور اپنے اغراض و مقاصد کی بنیاد پر۔ ان حالات میں شیخ محقق نے جہاں اس کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا وہیں لوگوں کو اس کے مضرات سے بھی آگاہ کیا۔

شیخ محدث نے اعلان کیا کہ علم وہ ہے جو دین و ملت کی بقا اور تقویت کا سبب ہو۔ ایک مکتوب میں یہ شعر

علمِ دیں فقہ است و تفسیر و حدیث
ہر کہ خواند غیر ایں گردد خبیث

لکھ کر قرآن وحدیث اور نحو و صرف کے مطالعہ کی ترغیب دیتے ہیں۔ کسبِ معاش کے لئے زراعت، تجارت، معماری وغیرہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

آپ نے اس وقت کے مروّج نصابِ تعلیم کی تبدیلی کے لئے جو سعیٔ بلیغ

اور جہد پیہم کی تھی سب سے پہلے اس پر خود عمل پیرا ہوئے۔

آپ نے بارہا علومِ دینیہ اور فلسفہ سے مقابلہ و موازنہ کیا ہے اور عقل کے حدود سمجھائے ہیں اور بتایا ہے کہ۔

"خوض در فلسفیات و اشتغال بداں حرام داند و از غلو در مباحثات و دلائلِ کلامیہ اجتناب نماید، و تفصیل آز قیل و قال اہلِ بحث و جدل نیفتد"

فلسفی عقائد و مباحث میں انہماک و مشغولیت حرام جانے۔ کلامی دلائل و مباحث میں بھی غلو سے پرہیز کرے۔ اور بحث و جدال والوں کے قیل و قال کی تفصیل میں نہ پڑے۔

فقہِ اسلامی اور حدیث میں تطبیق

آپ نے نصف صدی تک جس دلسوزی اور انہماک سے فقہ و احادیث میں تطبیق کی کوشش فرمائی وہ یہی بتانے کیلئے کہ فقہِ اسلامی کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے اور اسے اسلام کا ایک جز، سمجھنا چاہیئے اس لئے کہ اس کی بنیاد قرآن و احادیث پر قائم ہے۔

فقہِ حنفی پر یہ اعتراض کہ وہ قیاس اور رائے پر قائم ہے۔ درست نہیں بلکہ یہ قرآن و حدیث کے محکم اصولوں پر قائم ہے۔ یہ عقل و فہم سے قریب تر ہے۔

آپ کے نزدیک فقہ و تصوف کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس میں تفریق گمراہ کن ہے۔ آپ حقیقی تصوف کی خوب حمایت کرتے تھے۔ ائمۂ اسلام اور صوفیاء کی انتہائی تعظیم کرتے تھے۔ آپ جس طرح حقیقی تصوف کی پر زور حمایت کرتے تھے اسی طرح ان صوفیا کا رد بھی ضروری سمجھتے تھے جو شریعت و طریقت کو دو مختلف طریقے خیال کرتے تھے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ کُلُّ حَقِیْقَۃٍ رَدَّتْھَا الشَّرِیْعَۃُ فَھِیَ زَنْدَقَۃٌ

جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ زندقہ (بے دینی) ہے آپ کا کہنا ہے

بنائے طریقت ما بر کتاب وسنت است وہرچہ مخالف
کتاب وسنت است وخارج از آنست مردود وباطل
است ۔

ہماری طریقت کی بنیاد کتاب وسنت پر ہے اور جو کچھ کتاب وسنت
کے مخالف ہے اور اس سے باہر ہے ۔ باطل ومردود ہے ۔

تصانیف آپ کی تصنیفات کی تعداد ساٹھ سے زائد ہے ۔ جو فن و
موضوع کے اعتبار سے مندرجہ ذیل عنوانات پر تقسیم کی جاسکتی ہیں ۔

(۱) تفسیر ، (۲) تجوید (۳) حدیث (۴) عقائد
(۵) فقہ (۶) تصوف (۷) اخلاق (۸) عملیات
(۹) فلسفہ ومنطق (۱۰) تاریخ (۱۱) نحو (۱۲) سوانح
(۱۳) سیر (۱۴) مکاتیب (۱۵) خطبات

اگلے صفحات پر ان کی تصانیف کا ایک اجمالی نقشہ ملاحظہ کریں !

نقشۂ تصانیف

نمبر شمار	فن و موضوع	نام	زبان	کیفیت
۱	تفسیر	تعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی	عربی	غیر مطبوعہ
۲	″	شرح صدور تفسیر آیت نور	عربی و فارسی	″
۳	″	تحصیل الغنائم والبرکات بتفسیر سورۃ والعادیات	عربی	″ ″
۴	حدیث	جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین	عربی	غیر مطبوعہ
۵	″	لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح۔	″	مکتبۃ المعارف العلمیۃ لاہور سے سنہ ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء میں پہلی بار شائع ہو
۶	″	اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوۃ	فارسی	مطبوعہ
۷	″	جامع البرکات منتخب شرح مشکوۃ	″	غیر مطبوعہ
۸	″	ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوک والسلاطین۔	″	″
۹	″	ما ثبت بالسنۃ فی ایام السَّنۃ	عربی	مطبوعہ
۱۰	″	رسالہ شب برات	فارسی	غیر مطبوعہ
۱۱	″	رسالہ اقسام حدیث	عربی	″
۱۲	″	اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب المشکوۃ	″	″
۱۳		الاکمال فی اسماء الرجال	″	″

نمبر شمار	فن و موضوع	نام	زبان	کیفیت
۱۴	عقائد	تکمیل الایمان و تقویۃ الایقان	فارسی	مطبوعہ، اردو ترجمہ بھی شائع ہوگیا
۱۵	فقہ	فتح المنان فی تائید مذہب النعمان	عربی	غیر مطبوعہ
۱۶	″	ہدایت الناسک الی طریق المناسک	فارسی و عربی	″
۱۷	تصوف	تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف	عربی	غیر مطبوعہ
۱۸	″	توصیل المرید الی المراد ببیان الاحزاب والاوراد	عربی فارسی	مطبوعہ
۱۹	″	تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف	عربی	غیر مطبوعہ
۲۰	″	جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہندی	فارسی	مطبوعہ
۲۱	″	رسالہ وجودیہ	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۲۲	″	رسالہ صلوۃ الاسرار	فارسی	″
۲۳	″	نکات الحق والحقیقۃ	فارسی	مطبوعہ
۲۴	″	نکات العشق والمحبۃ	فارسی	غیر مطبوعہ
۲۵	″	مرج البحرین	فارسی	مطبوعہ - اردو ترجمہ بھی شائع ہوا
۲۶	″	انتخاب مثنوی المولوی المعنوی	فارسی	غیر مطبوعہ
۲۷	″	ترجمۃ غنیۃ الطالبین	فارسی	
۲۸	″	شرح فتوح الغیب	فارسی	مطبوعہ
۲۹	اخلاق	آداب الصالحین	فارسی	مطبوعہ - اردو ترجمہ بھی شائع ہوا
۳۰	″	آداب اللباس	فارسی	″ ″
۳۱	″	آداب المطالقۃ والمناظرۃ (مثنوی)	فارسی	غیر مطبوعہ

نمبر شمار	فن و موضوع	نام	زبان	کیفیت
۳۲	اخلاق	تسلیۃ المصاب لنیل الاجر والثواب	فارسی	غیر مطبوعہ
۳۳	اعمال	ترغیب اہل السعادات الی تکثیر الصلوۃ علی سید الکائنات	فارسی	″
۳۴	″	رسالہ وظائف	عربی فارسی	″
۳۵	″	رسالہ عقد انامل	فارسی	″
۳۶	″	المطلب الاعلیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ	عربی فارسی	″
۳۷	″	اجوبۂ اثنا عشر فی توجیہ الصلوۃ علی سید البشر	عربی	″
۳۸	تاریخ	جذب القلوب الی دیار المحبوب	فارسی	مطبوعہ۔ اردو ترجمہ بھی شائع ہوچکا
۳۹	″	رسالہ نورانیہ سلطانیہ	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۴۰	″	ذکر الملوک (تاریخ سلاطین ہند)	فارسی	″
۴۱	سیر و تذکرہ	مدارج النبوۃ	فارسی	مطبوعہ۔ اردو ترجمہ بھی شائع ہوچکا
۴۲	″	مطالع الانوار البہیہ فی الحلیۃ النبویہ	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۴۳	″	احوال ائمہ اثنا عشر خلاصہ اولاد سید البشر	فارسی	″
۴۴	″	زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار	عربی	مطبوعہ
۴۵	″	ترجمۃ زبدۃ الآثار	فارسی	″
۴۶	″	اخبار الاخیار فی احوال الابرار	فارسی	مطبوعہ
۴۷		زاد المتقین	فارسی	غیر مطبوعہ

نمبر شمار	فن و موضوع	نام	زبان	کیفیت
۴۸	سیر و تذکرہ	الانوار الجلیہ	فارسی	غیر مطبوعہ
۴۹	نحو	حاشیۃ الفوائد الضیائیہ للجامی	عربی	״
۵۰	״	الافکار الصافیۃ فی ترجمۃ کتاب الکافیہ	فارسی	״
۵۱	منطق	الدرۃ البہیۃ فی اختصار الرسالۃ الشمسیہ	عربی	״
۵۲	״	شرح شمسیہ	عربی	״
۵۳	علم حکمت	بناء المرفوع فی ترصیف مباحث الموضوع	عربی	״
۵۴	ذاتی حالات	اجازۃ الحدیث فی القدیم والحدیث	عربی	״
۵۵	״	اسماء الاستاذین	عربی	״
۵۶	״	وصیت نامہ	فارسی	״
۵۷	״	فہرس التوالیف، تالیف قلب الالیف	فارسی عربی	״
۵۸	مکتوبات	صحیفۃ المودت	فارسی	״
۵۹	״	کتاب المکاتیب والرسائل		مطبوعہ
۶۰	خطبات	فصول الخطب	عربی فارسی	
۶۱	دیوان	حسن الاشعار فی جمع الاشعار	فارسی	غیر مطبوعہ و نایاب
۶۲		تحقیق الاشارہ الی تعمیم البشارۃ	عربی	غیر مطبوعہ
۶۳	حدیث	شرح سفر السعادۃ	فارسی	مطبوعہ

نظریات

شیخ کے نظریات و معتقدات

شیخ محقق علیہ الرحمہ کی تصنیفات سے ان کا فکری موقف بخوبی واضح ہے - خاص بیانِ عقائد میں انہوں نے تکمیل الایمان و تقویۃ الایقان ،، نامی کتاب تصنیف فرمائی ہے - دورِ اکبری کے پرفتن ماحول میں شیخ نے اہل اسلام کو عقائد حقہ کی روشنی دکھا کر ان کے ثبات داستقلال کا سامان فراہم کیا - اور ہر اس نظریئے پر تیشے چلائے جو اسلام دایمان کی روح سے متصادم ہو -

اگلے صفحات میں ہم شیخ کی متعدد تصنیفات سے ان کے عقاید و نظریات پیش کر رہے ہیں - جس سے واضح ہوگا کہ شیخ کا مسلک، عقائد اہل سنت کے بالکل مطابق ہے - البتہ وہ لوگ اپنے افکار و نظریات کا منصفانہ جائزہ لیں جو شیخ کو اپنا امام و پیشوا بتانے کے باوجود قدم قدم پر عقیدۃً ان سے متصادم ہیں -

علمِ غیب اور علمِ ماکان ومایکون

حدیث پاک فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی شرح فرماتے ہوئے اشعۃ اللمعات میں رقمطراز ہیں -

پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود - عبارت است از حصول تمامہ علوم جزئی و کلی و احاطہ آں

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوگیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے - اس سے یہ مراد ہے کہ تمام جزوی و کلی علوم حضور کو حاصل ہو گئے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سب کا احاطہ فرمالیا -

اسی حدیث کی شرح کے اخیر میں فرمایا -

پس از اں دانست عالم را و حقائق آں را - (ص ۳۳۳ ج ۱ نولکشوری)

تو اس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم اور عالم کے تمام حقائق کو جانا -

اشعۃ اللمعات میں دوسری جگہ رقمطراز ہیں۔

یعنی احوال مبدأ و معاد از اول تا آخر ہمہ را بیان کرد (ج ۳ ص ۴۴۴)

یعنی ابتدائے آفرینش اور آخرت کے حالات اول سے آخر تک تمام بیان کر دئے۔

حدیث حذیفہ فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیمۃ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

پس خبر داد مارا بہر چیزیکہ پیدا شوندہ است از حوادث و وقائع و عجائب و غرائب تا روز قیامت (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۵۹)

تو حضور نے ہمیں ہر اس چیز کی خبر دی جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہے، حوادث وواقعات عجائب وغرائب سب بتا دئے۔

مدارج النبوۃ شریف جلد اول کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وھو بکل شئ علیم، و وے صلی اللہ علیہ وسلم دانا است بر ہمہ چیز از شیونات الٰہی و احکام و صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و مصداق و فوق کل ذی علم علیم شدہ، علیہ من الصَّلٰوۃِ اَفضَلُہا وَمِنَ التَّحِیّاتِ اَتَمُّہا وَاَکمَلُہا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں۔ انہوں نے خدائے پاک کی شانیں اس کے احکام، حق تعالیٰ کے صفات اور افعال سارے ظاہری وباطنی اول وآخر کے علوم کا احاطہ فرمالیا ہے۔ اور فَوقَ کُلِّ ذِی عِلمٍ عَلِیم کے مصداق ہو گئے ہیں — علیہ الصلوٰۃ والسلام

اسی مدارج النبوۃ باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت میں ارقام فرماتے ہیں۔

و ہر چہ در دنیا است از زمان آدم (علیہ السلام) تا نفخہ اولیٰ بر وے علیہ السلام منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم گردد، و یاران خود را از بعضے احوال خبر داد

زمانۂ آدم سے قیامت تک جو کچھ دنیا میں ہے۔ سب حضور علیہ السلام پر ظاہر فرمادیا تاکہ اول سے آخر تک تمام حالات آپ کو معلوم ہو جائیں۔ اور حضور علیہ السلام نے بعض حالات کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

ان تمام عبارتوں سے عیاں ہے کہ علمِ غیب رسول علیہ التحیۃ والثناء کے بارے میں شیخ کا یہی مسلک تھا کہ تمام علومِ اولین وآخرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے اور از ابتدا تا قیامِ قیامت سارے جزئیات وکلیات کا علم حضور کو عطا فرمایا گیا۔ اسی کو جمیع ماکون ومایکون کے علم سے تعبیر کرتے ہیں۔

اختیار و تصرف سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت شیخ مدارج النبوۃ میں رقمطراز ہیں۔

واز آں جملہ آنست کہ دادہ شدہ آں حضرت را صلی اللہ علیہ وسلم مفاتیح خزائن وسپردہ شد بوے وظاہرش آنست کہ خزائن ملوکِ فارس وروم ہمہ بدستِ صحابہ افتادہ وباطنش آں کہ مراد خزائنِ اجناسِ عالم است کہ رزقِ ہمہ در کفِ اقتدارِ وے سپرد، وقوت تربیت ظاہر وباطن ہمہ بودے۔ (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۳۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور خزانے ان کو سپرد کر دیے گئے اس کا ظاہر تو یہ ہے کہ شاہانِ فارس وروم کے سارے خزانے صحابہ کے ہاتھ میں آئے۔ اور باطن یہ ہے کہ اجناسِ عالم کے خزانے مراد ہیں کہ سب کے رزق ان کے دستِ قدرت واختیار میں دے دئے گئے اور انہیں ظاہر وباطن سب کی تربیت کی قوت حاصل تھی۔

صحیح مسلم شریف، سننِ ابی داود، سننِ ابن ماجہ اور معجم کبیر، طبرانی کی حدیث جس میں ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور نے فرمایا سَلْ۔ مانگ، اور حضرتِ ربیعہ نے عرض کیا کہ حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ سرکار نے فرمایا کچھ اور؟ حضرت ربیعہ نے عرض کیا۔ میری مراد تو صرف یہی ہے اس کی شرح میں شیخ رقمطراز ہیں۔

از اطلاقِ سوال کہ فرمود سَل بخواہ تخصیص

سوال کو مطلق فرمانے سے کہ فرمایا، مانگ

نہ کرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہرچہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔

فان من جودك الدنیا وضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ می خواہی تمنا کن

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۳۹۶)

لو"۔ کسی خاص چیز سے مقید نہ فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضور ہی کے کریمانہ ہاتھوں میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں۔ کیونکہ دنیا اور اس کی شادابی آپ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح و قلم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔ اگر دنیا و آخرت کی خیر چاہتے ہو تو ان کے آستانے پر آؤ اور جو چاہو مانگ لو۔

احکام شرعیہ حضور کے اختیار میں ہیں جس کے لئے جو حکم چاہیں جاری کر دیں

اس بارے میں حضرت شیخ فرماتے ہیں۔

واز اں جملہ آنست کہ آنحضرت تخصیص می کرد ہر کرا ہرچہ می خواست از احکام ایں جا دو قول است یکے آنکہ احکام مفوض بود بوے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہرچہ خواہد حکم کند دوم آنکہ ہر حکمے وحی خدا می شد چنانکہ تخصیص کرد خزیمہ بن ثابت را بآنکہ شہادت وے حکم دو شہادت دارد

(مدارج النبوۃ ج ا)

ان اختیارات سے یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام جس کے لئے جو حکم چاہتے خاص فرما دیتے۔ یہاں دو قول ہیں ایک[۱] یہ کہ احکام حضور کے سپرد تھے جو چاہیں حکم فرمائیں دوسرا[۲] یہ کہ ہر حکم سے متعلق وحی ہوتی اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت خزیمہ بن ثابت کی ایک شہادت دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دی۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

وشارع را می رسد کہ تخصیص کند ہر کرا

شارع علیہ السلام کو یہ حق حاصل ہے کہ

خواہد ہر چہ خواہد۔ (مدارج النبوۃ ج۱ ص۱۵۷) جس کے لئے جو حکم چاہیں خاص کر دیں۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارِ کلی سے متعلق شیخ کی وہ عبارت بہت جامع ہے جو شرح مشکوٰۃ شریف میں تحریر فرماتے ہیں۔

وملک وملکوت جن وانس وتمامہ عوالم بتقدیر وتصرف الٰہی عز وعلا، در حیطۂ قدرت وتصرف وے بود۔ صلی اللہ علیہ وسلم (اشعۃ اللمعات ج۱ ص۳۲۷ مطبع کلکتہ)

جن وانس کے تمام ملک وحکومت، اور سارے جہان خداوندِ قدوس کی عطا سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدرت وتصرف میں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم اختیارات اور بعطائے الٰہی سارے جہان ان کے زیرِ نگیں ہونے کے بارے میں شیخ کی متذکرہ بالا عبارتیں اتنی نمایاں اور روشن ہیں کہ مزید کسی وضاحت کی کوئی حاجت ہی نہیں۔

سرکار کا حاضر وناظر ہونا

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام کاروبارِ عالم پر ہمہ وقت ناظر وباخبر ہیں اور ان کو یہ قوت حاصل ہے کہ قبر شریف سے تعلق رکھتے ہوئے جہاں چاہیں تشریف ارزانی فرما سکتے ہیں۔ اس نظریہ پر شیخ کی تحریریں ملاحظہ فرمائیں۔

مدارج النبوۃ جلد دوم قسم چہارم وصل حیاتِ انبیاء میں رقم طراز ہیں۔

اگر بعد ازاں گویند کہ حق تعالیٰ جسد شریف را حالتے وقدرتے بخشیدہ است۔ کہ در ہر مکانے کہ خواہد تشریف بخشد۔ خواہ بعینہ خواہ بمثال، خواہ بر آسمان، خواہ بر زمین، خواہ در قبر یا غیر وے۔ صورتے دارد۔ باوجود نسبتِ خاص بقبر در ہمہ حال۔

اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور کے جسمِ پاک کو ایسی حالت وقدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں تشریف لیجائیں، خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسمِ مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ زمین پر، خواہ قبر میں یا اور کہیں، تو درست ہے قبر سے ہر حال میں

(ج ۲ صفحہ ۲۵) خاص نسبت رہتی ہے ۔

جامع البرکات میں فرماتے ہیں۔

وے علیہ السلام بر احوال و اعمال امت مطلع است بر مقربان و خاصان درگاہ خود مفیض و حاضر و ناظر است ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے احوال و اعمال پر مطلع ہیں اور خاصان بارگاہ کو فیض پہنچانے والے اور حاضر و ناظر ہیں۔

مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

ذکر کن اورا، و درود بفرست بر وے علیہ السلام و باش در حال ذکر، گویا حاضر است پیش تو در حالت حیات و می بینی تو اورا متادب با جلال و تعظیم و ہیبت و حیا و بداں کہ وے علیہ السلام می بیند و می شنود کلام ترا، زیرا کہ وے علیہ السلام متصف است بصفات الٰہیہ، و یکے از صفات الٰہی آں است کہ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرو اور ان پر درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب اجلال اور تعظیم و ہیبت و حیا سے رہو اور جانو کہ حضور علیہ السلام تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں کیوں کہ حضور علیہ السلام صفات الٰہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہمنشین ہوں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

و بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات ، پس آنحضرت در ذوات مصلیان موجود

اور بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی التحیات میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے ہے

وحاضر است ۔ پس مصلّی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد

کہ حقیقتِ محمدیہ موجوداتِ کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کئے

وازیں شہود غافل نبود، تا بانوارِ قرب و اسرار معرفت متنور و فائز گردد ۔ (اشعۃ اللمعات)

ہوئے ہے ۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازیوں کی ذاتوں میں موجود اور حاضر ہیں ۔ تو چاہیئے کہ نمازی اس نکتے سے باخبر اور آگاہ رہے ۔ تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے فیضیاب ہو ۔

یہ عبارتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر احوالِ عالم سے باخبر اور قرب سے نسبت باقی رکھتے ہوئے ہر جگہ تشریف فرما ہونے کے بارے میں شیخ کا سخت اور مستحکم فکری موقف نمایاں طور پر بتا رہی ہیں ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے اہلِ سنت کی وہی مراد ہے جو شیخ کی توضیحات سے ظاہر ہے ۔

حیاتِ انبیاء و اولیاء

بدانکہ حیاتِ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین متفق علیہ است میان علماء ملت و ہیچ کس را اختلاف نیست دراں کہ آں کامل تر و قوی تر از وجود حیات شہداء و مقاتلین فی سبیل اللہ است کہ آں معنوی اخروی است و حیاتِ انبیاء حیاتِ حسّی دنیاوی است و احادیث و آثار دراں واقع شدہ ۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۷)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات و زندگی کا ثبوت علماء امت کا اجماعی مسئلہ ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ۔ اس لئے کہ انبیاء کی زندگی شہدا اور مجاہدین کی زندگی سے زیادہ کامل اور قوی ہے ان کی زندگی تو معنوی اور اخروی ہے مگر انبیاء کی زندگی حسّی اور دنیاوی زندگی ہے ۔ اس بارے میں احادیث و آثار وارد ہیں ۔

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں ۔

اولیائے خدا نقل کردہ شدند ازیں دار

اولیاء اللہ اس دارِ فانی سے دارِ بقا میں

فانی بہ دار بقاو زندہ اند نزد پروردگار خود ومرزوق اند وخوش حال اند ومردم را ازاں شعور نیست (اشعۃ اللمعات ج ۴ صفحہ ۱۳۳)

منتقل ہوگئے ہیں، اپنے پروردگار کے یہاں زندہ، رزق یافتہ اور خوش حال ہیں، لوگوں کو اس کا احساس وشعور نہیں۔

اپنے رسالہ میں رقمطراز ہیں۔

باچندیں اختلاف وکثرتِ مذاہب کہ در علما امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت علیہ السلام بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل، دائم وباقی است وبر اعمالِ امت حاضر وناظر است وبر طالبانِ حقیقت ومتوجہانِ آنحضرت را مفیض ومربی۔

علما امت میں تمام تر اختلافات اور کثرتِ مذاہب کے باوجود، اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی مجاز کے شائبہ اور احتمالِ تاویل کے بغیر حقیقی زندگی کے ساتھ دائم وباقی اور اعمالِ امت پر حاضر وناظر ہیں طالبانِ حقیقت اور اہلِ توجہ کیلئے فیض رساں اور تربیت کناں بھی —— (سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل بر ہامشِ اخبار الاخیار صفحہ ۱۵۵)

حضور غوثِ اعظم کی تصنیف فتوح الغیب کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اما انبیاء علیہم السلام بحیاتِ حقیقی دنیاوی حی وباقی ومتصرف اند دریں جا سخن نیست (شرح فتوح الغیب صفحہ ۳۳۳)

انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ باقی اور متصرف ہونے میں کلام نہیں ہے۔

مُردوں کا سننا، دیکھنا، اور ادراک کرنا

حدیث شریف

"کسر عظم المیت ککسرہ حیا،" (مردے کی ہڈی توڑنی اور اسے ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنی) کے تحت امام ابو عمر ابن عبد البر سے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں نقل فرماتے ہیں

ازیں جا مستفاد می گردد کہ میت متألم می گردد بتمام آں کہ متألم می گردد بداں حی۔ ولازم ایں است۔

یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ میت کو ان تمام چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے

کہ متلذذ گردد تمام آنچہ متلذذ می شود بداں زندہ (اشعۃ اللمعات)

زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اسے لازم ہے کہ مردہ کو ان تمام چیزوں سے لذت بھی حاصل ہو جن سے زندہ کو لذت حاصل ہوتی ہے۔

جذب القلوب میں فرماتے ہیں۔

تمام اہلسنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوتِ اِدراکات مثل علم و سماع مر سائرِ اموات را۔ (صفحہ ۲۰۲ نولکشور)

تمام اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ سارے مردوں کے لئے ادراک جیسے جاننا سننا وغیرہ ثابت ہے۔

زیارتِ قبور شیخ اموات کے لئے علم وادراک کے ساتھ زیارتِ قبور کے بھی قائل ہیں۔ فرماتے ہیں۔

زیارت گاہے از جہتِ ادائے حق اہلِ قبور باشد، در حدیث آمدہ مانوس ترین حالتے کہ میت را بود، در وقتیست کہ یکے از آشنایان او زیارت قبر او کند واحادیث دریں باب بسیار است۔ (جذب القلوب صفحہ ۲۱۳)

کبھی قبر والوں کے حق کی ادائیگی کے لئے زیارت کی جاتی ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ میت کے لئے سب سے زیادہ انسیت کی حالت وہ ہوتی ہے جب اس کے آشناؤں میں سے کوئی اس کی زیارت کو آتا ہے اور احادیث اس باب میں بہت ہیں۔

دوسری جگہ علامہ صدر الدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں۔

درمیانِ قبورِ سائر مومنین وارواحِ ایشاں نسبت خاصے است مستمر، کہ بداں زائراں را می شناسند، وسلام بر ایشاں می کنند، بدلیلِ استحباب زیارت در جمیع اوقات (جذب القلوب صفحہ ۲۰۶)

تمام مومنین کی قبروں اور ان کی روحوں کے درمیان ہمیشہ ایک خاص نسبت قائم رہتی ہے۔ جس سے اپنے زیارت کرنے والوں کو پہچانتے اور انہیں سلام کرتے ہیں ہمیشہ یہ نسبت قائم رہنے کی دلیل یہ ہے کہ زیارت

تمام اوقات میں مستحب ہے۔

زیارتِ روضۂ انور زیارت حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باجماعِ علماء دین قولاً وفعلاً از افضل سنن واوکد مستحبات است۔ (جذب القلوب ص۲۱)

حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت علماء دین کے قولی اور عملی اجماع سے سب سے افضل سنتوں اور سب سے مؤکد مستحبات سے ہے۔

سفرِ زیارت واما اختیار سفر از برائے زیارت قبر شریف و شد رحال بقصدِ دریافت این سعادتِ عظمیٰ ہرگاہ کہ استحباب وفضیلت زیارت ثابت شد۔ مشروعیت سفر واستحباب او نیز لازم آمد از جہت عموم دلائل وافادہ او استوائے قرب وبعد دراں (جذب القلوب ص۲۱۴)

رہا قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر، اور اس عظیم سعادت کے ارادۂ حصول سے شدِ رحال تو جب زیارت کا افضل و مستحب ہونا ثابت ہو گیا، سفر کا جائز و مستحب ہونا بھی لازم آیا۔ اس لئے کہ زیارت کے دلائل عام ہیں اور اس بات کا افادہ کر رہے ہیں کہ (زیارت کے جواز و استحباب میں) دور و نزدیک قرب و بعد سب برابر ہیں۔

توسل و استعانت و توسل بوے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجب قضائے حاجت وسبب نجاح مرام است۔ جذب القلوب ص۲۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وسیلہ چاہنا حاجت پوری ہونے کا سبب اور مقصد میں کامیابی کا باعث ہے۔

وگفت آنحضرت بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی، دریں حدیث دلیل است بر توسل در ہر دو حالت، نسبت با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در حالتِ حیات ونسبت با انبیاء علیہم السلام بعد از وفات، و چوں توسل با انبیاء دیگر صلوات اللہ علیہم بعد از وفات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے نبی کے اور ان انبیاء کے وسیلہ سے جو مجھ سے پہلے ہیں اس حدیث سے حیات اور بعدِ وفات دونوں حالتوں میں وسیلہ چاہنے کا ثبوت ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی بہ نسبت زندگی میں اور دیگر انبیاء کی بہ نسبت بعد وفات۔ اور جب دیگر

جائز است بسید انبیاء بطریق اولیٰ جائز باشد، بلکہ اگر بایں حدیث توسل باولیاء خدا۔ نیز بعد از وفات ایشاں۔ قیاس کنند دور نیست مگر آں کہ دلیلے بر تخصیص حضرات رسل صلوات الرحمن علیہم اجمعین قائم شود، واین الدلیل ؟

(جذب القلوب ص۲۲)

انبیاء علیہم السلام سے بعد وفات توسل جائز ہوا تو سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعد وفات توسل بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا بلکہ بعید نہیں اگر اس حدیث پر اولیائے ان کی وفات کے بعد بھی وسیلہ چاہنے کو قیاس کرلیں اس لئے کہ پیغمبران عظام علیہم السلام کی تخصیص نہیں اگر دلیل تخصیص ہو تو البتہ۔ مگر دلیل کہاں!

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات، استمداد کردہ می شود بوے بعد از وفات۔

حجۃ الاسلام امام غزالی کا فرمان ہے کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جائے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جائیگی۔

یکے از مشائخ عظام گفتہ دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے شاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف وعبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ۔ ومقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ ویافتہ گفتہ است

ایک عظیم بزرگ نے فرمایا میں نے چار مشائخ کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں تصرف کیا کرتے تھے یا اس سے زیادہ (۱) شیخ معروف کرخی (۲) غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی اور دو ولیوں (۳) شیخ عقیل لبسی (۴) شیخ ابن قیس حرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو شمار کرایا اور حصر مقصود نہیں بلکہ جو کچھ خود دیکھا اور پایا بتایا۔

سیدی احمد بن مرزوق کہ از اعاظم فقہا، وعلماء ومشائخ دیار مغرب است گفت روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید

سیدی احمد بن مرزوق جو دیار مغرب کے اکابر فقہا، وعلماء ومشائخ سے ہیں انہوں نے فرمایا۔ شیخ ابو العباس حضرمی نے ایک دن

امدادِ حی قوی است یا امدادِ میت قوی است۔ من گفتم می گویند کہ امدادِ حی قوی تر است و من می گویم کہ امدادِ میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساطِ حق است و در حضرت اوست۔

مجھ سے پوچھا۔ زندہ کی امداد قوی ہے یا مردہ کی؟ میں نے کہا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ وفات یافتہ کی مدد زیادہ قوی ہے۔ شیخ نے فرمایا ہاں اس لئے کہ وہ خدا کے دربار اور اس کی بارگاہ میں ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ا باب زیارۃ القبور ص۱۵ ،۱۷۶)

جامع البرکات میں فرماتے ہیں۔

اولیاء را کرامات و تصرفات در اکوان حاصل است۔

کائنات میں اولیاء کی کرامات اور ان کے تصرفات ہوتے ہیں۔

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

لیت شعری چہ می خواہند ایشاں باستمداد و امداد کہ ایں فرقہ منکر ند آں را۔ آں چہ ما می فہمیم ازاں ایں است کہ داعی دعا کند خدارا، و توسل کند بروحانیت ایں بندہ مقرب یا ندا کند ایں بندۂ مقرب را کہ اے بندہ و ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا کہ بدہد مسئول و مطلوب مرا، اگر ایں معنی موجب شرک باشد چنانکہ منکر زعم می کند باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از دوستان خدا در حالت حیات نیز۔ و ایں مستحب و مستحسن است باتفاق و شائع است در دین، و آنچہ مردی محکی

آخر مدد مانگنے والے استمداد و امداد سے کون ایسا معنی مراد لیتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے اس سے ہم تو بس یہی سمجھتے ہیں کہ داعی خدا سے دعا کرتا ہے اور اس بندۂ مقرب کو وسیلہ بناتا یا اس کو پکارتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے ولی میرے لئے شفاعت کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ میری مراد بر لائے اور میرا مطلوب عطا فرما دے۔ اگر یہ معنی شرک کا سبب ہے جیسا کہ منکر گمان کرتا ہے۔ تو چاہئے کہ زندگی میں بھی خدا کے دوستوں سے توسل اور طلبِ دعا سے روک دیں کیونکہ جو چیز شرک ہوگی

است از مشائخ اہلِ کشف در استمداد
از ارواح کمل و استفادہ ازاں خارج از حصر
است و مذکور است در کتب و رسائل ایشاں
و مشہور است میان ایشاں حاجت نیست کہ آں
را ذکر کنیم و شاید کہ منکرِ متعصب سود نہ کند اورا
کلماتِ ایشاں عافانا اللہ من ذلک ۔ کلام درین
مقام بحد اطناب کشید برغم منکران کہ در قرب
ایں زماں فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد
و استعانت را از اولیائے خدا و متوجہان بجناب
ایشاں را مشرک بخدا و عبدۂ اصنام می دانند
وبعدِ وفات دونوں حالتوں میں شرک ہوگی)
حالانکہ یہ معنی بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین
میں رائج ہے ۔ ارواحِ کاملین سے استمداد
اور استفادہ کے بارے میں اہلِ کشف بزرگوں
سے جو شاہدہ کے واقعات مروی ہیں وہ حصر
سے باہر ان کے رسائل اور کتابوں میں مذکور
اور ان کے درمیان مشہور ہیں ہمیں ان کے ذکر
کی حاجت نہیں ۔ شاید متعصب منکر کے لئے
ان کے کلمات بھی مفید نہ ہوں خدا ہمیں اس سے
عافیت میں رکھے اس جگہ کلام طول و اطناب
و می گویند آنچہ می گویند ـــ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۵ ملخصًا) کی حد کو پہنچ گیا۔ منکروں کی خاک آلود کرنے
کے لئے ۔ کیوں کہ قریب زمانہ میں ایک فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو اولیاء اللہ سے استمداد و استعانت
کا منکر ہے اور اولیاء کی طرف توجہ کرنے والوں کو مشرک اور بت پرست سمجھتا ہے اور کہتا ہے جو
کہتا ہے ـــ اس آخری مضمون کو عربی میں یوں بیان فرماتے ہیں ـــ

وانما اطنبنا الکلام فی ھذا المقام
رغمًا لانف المنکرین فانہ قد حدث
فی زماننا شرذمۃ ینکرون الاستمداد
من الاولیاء و یقولون ما یقولون و ما
لھم علی ذلک من علم ان ھم الا یخرصون (لمعات)
ہم نے اس مقام میں کلام طویل کیا منکروں
کی ناک خاک آلود کرنے کیلئے ۔ کیوں کہ ہمارے
زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہو گئے ہیں
جو حضراتِ اولیاء سے مدد مانگنے کے منکر ہیں۔
اور کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اور انہیں اس پر کچھ
علم نہیں یوں ہی اپنے سے اٹکلیں لڑاتے ہیں۔

شفاعت

یشفع یوم القیمۃ ثلثۃ
روزِ قیامت تین گروہ شفاعت کریں گے انبیاء

الانبیاء ثم العلماء ثم الشھداء — پھر علماء، پھر شہداء۔

شیخ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

تخصیص شفاعت بایں سہ گروہ بجہت زیادت فضل وکرامات ایشاں است والا ہمہ اہل خیر از مسلماناں را ثابت ست واحادیث مشہورہ دریں باب وارد (اشعۃ اللمعات ج۴ ص۳۹۲)

ان تینوں گروہوں کی تخصیص ان کے زیادت فضل وکرامت کی وجہ سے ہے ورنہ مسلمانوں میں سے تمام اہل خیر کے لئے شفاعت ثابت ہے اور اس باب میں احادیث مشہورہ وارد ہیں۔

دوسری حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ازیں جا معلوم می شود کہ فاسقاں و گناہگاراں اگر خدمتے وامدادے باہل طاعت وتقویٰ در دنیا کردہ باشند در آخرت نتیجۂ آں بیابند وبامداد شفاعت ایشاں در بہشت در آئند۔ (اشعۃ اللمعات ج۴ ص۴۱۵)

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسقوں اور گناہگاروں نے دنیا میں اہل طاعت وتقویٰ کی اگر کوئی خدمت وامداد کی ہے تو آخرت میں اس کا نتیجہ پائیں گے اور ان کی مدد شفاعت سے بہشت میں داخل ہوں گے۔

اور فرماتے ہیں۔

وانکار شفاعت بدعت وضلالت است چنانچہ خوارج وبعض معتزلہ بداں رفتہ اند (اشعۃ اللمعات ج۴ ص۴۰۸)

شفاعت کا انکار بدمذہبی وگمراہی ہے جیسا کہ خوارج اور بعض معتزلہ اس کے منکر ہیں۔

محفلِ میلاد

ابولہب بولادت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرور کرد۔ در عذاب وے تخفیف کردہ در روز دوشنبہ از وے عذاب برداشت چنانکہ در حدیث آمدہ ست ودر ایں جا سند است

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کے عوض ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوئی اور دوشنبہ کو اس سے عذاب اٹھالیا گیا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ یہاں میلاد کرنے والوں کے لئے سند ودلیل ہے کہ

مر اہل مولید را کہ در شب میلاد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرور کنند و بذلِ اموال نمایند۔ یعنی ابولہب کہ کافر بود چوں بسرور میلاد آنحضرت و بذلِ جاریہ وے بجہت آنحضرت جزا دادہ شد تا حال مسلمان کہ مملو است بمحبت و سرور و بذلِ مال در وے چہ باشد۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میلاد کی شب میں خوشی منائیں۔ اور مال خرچ کریں یعنی ابولہب جو کافر تھا جب حضور کی ولادت کی خوشی اور باندی آزاد کر دینے کی اُسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جزا دی گئی۔ تو مسلمان کا حال جو محبت و مسرت اور صرفِ مال سے بھرا ہوا ہے اس میں کیا ہوگا۔ (مدارج النبوہ دوم وصل رضاعت)

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

فاتحہ و ایصالِ ثواب

مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتنِ او از عالم تا ہفت روز تصدق از میت نفع می کند او را بے خلاف میان اہلِ علم وارد شدہ است در آں احادیث صحیحہ خصوصاً آب و بعضے از علما گفتہ اند کہ نمی رسد بہ میت مگر صدقہ و دعا و در بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانۂ خود را شب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ۔ (اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور ج ۱ ۷۱۶)

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔
میت کے دنیا سے جانے کے بعد سات دنوں تک اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے میت کی طرف سے صدقہ کرنا اُسے نفع پہنچاتا ہے۔ اس میں اہلِ علم کے درمیان اختلاف نہیں۔ اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہیں خصوصاً پانی اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ میت کو صرف صدقہ اور دعا پہنچتی ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعہ کی رات میں اپنے گھر آتی ہے اور منتظر رہتی ہے کہ اہلِ خانہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔

تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں۔

در دعاہائے زندگاں مر مردہ را او صدقہ

زندوں کے مردوں کے لئے دعا کرنے، اور

دادن بہ نیتِ ثواب ایشاں را نفع عظیم است مر مردہا را و احادیث و آثار دریں باب بسیار است۔ (تکمیل الایمان ص۷۶ و ۷۷)

ان کے ثواب کی نیت سے صدقہ دینے میں مردوں کے لئے بڑا فائدہ ہے۔ اس باب میں آثار و احادیث بہت ہیں۔

عرس بزرگاں

ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں۔

ذکر بعض المتاخرین من مشائخ المغرب ان الیوم الذی وصلوا الی جناب العزۃ وحظائر القدس یرجی فیہ من الخیر والبرکۃ والنورانیۃ اکثر واوفر من سائر الایام وانما ھو من مستحسنات المتاخرین۔

(ماثبت بالسنۃ ص۱۷۴)

بعض متاخرین مشائخِ مغرب نے فرمایا ہے کہ وہ دن جس میں اولیاء کرام بارگاہِ عزت اور حلقہائے قدس میں پہنچتے ہیں اس دن میں تمام دنوں سے زیادہ خیر و برکت اور نورانیت کی امید ہے اور یہ متاخرین ہی کے مستحسن بتائے اعمال سے تو ہے۔

عرس کی حقیقت یہی ہے کہ ولی کی تاریخِ وفات میں اہلِ اسلام جمع ہو کر دعا و قرآن خوانی، صدقہ اور ایصالِ ثواب کریں اور صاحبِ قبر کے فیوض و برکات سے مستفید ہوں اس دن کی خصوصیت کی وجہ حضرت شیخ نے نقل فرمائی۔

رہے منکرات اور محرماتِ شرعیہ تو وہ جس طرح اور تمام ایام و مقامات میں حرام ہیں یہاں بھی حرام ہوں گے۔ بزرگوں کے پاک اعراس کو ان سے خالی رکھنا بے حد ضروری ہے۔

مزارات پر قبے اور عمارت بنانا

فرماتے ہیں۔

در آخر زمان بجہتِ اقتصار نظر عوام برظاہر، مصلحت در تعمیر و ترویجِ مشاہد و مقابر مشائخ و عظماء دیدہ چیزہا افزودند تا آں جا

آخر زمانہ میں چوں کہ عام لوگ محض ظاہر بیں رہ گئے ہیں مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر کچھ چیزوں کا اضافہ

ہیبت وشوکتِ اسلام واہل صلاح پیدا آید۔ خصوصًا در دیارِ ہند کہ اعدائے دین از ہنود وکفار بسیار اند۔ وترویج و، اعلاءِ شانِ ایں مقامات باعثِ رعب وانقیادِ ایشاں است وبسیار اعمال وافعال واوضاع کہ در زمانِ سلف مکروہ بودہ اند در آخر زمان از مستحسنات گشتہ۔ (شرح سفر السعادۃ)

کر دیا۔ تاکہ وہاں مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت وشوکت ظاہر ہو۔ خصوصًا ہندوستان میں جہاں ہندو اور کفار بہت سے دشمنانِ دین ہیں، ان مقامات کی بلندیٔ شان ظاہر کرنا کفار کے رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے۔

سرکار کا سایہ نہ تھا

ونیز مر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را سایہ نہ در آفتاب ونہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول۔ وعجب است ازیں، بزرگان کہ ذکر نہ کردند چراغ را ونورے کہ از اسمائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونور را سایہ نمی باشد۔ (مدارج النبوۃ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں، اسے امام محمد بن علی حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں روایت کیا ہے اور تعجب ہے کہ ان بزرگوں نے چراغ کی روشنی میں سایہ نہ ہونے کا ذکر نہ کیا۔ اور "نور"، حضور کے اسماء گرامی سے ایک نام ہے۔ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

دور سے ندا کرنا

اپنے قصیدۂ نعتیہ میں عرض کرتے ہیں۔

خرابم در غمِ ہجرِ جمالت یا رسول اللہ جمالِ خود نما رحمے بجانِ زارِ شیدا کن

یا رسول اللہ آپ کے غمِ ہجر میں برباد ہوں۔ اپنا جمال دکھائیں اس جانِ نزارِ عاشق پہ ذرا رحم فرمائیں

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما بلطفِ خود سر وسامانِ جمعِ بے سر وپا کن

جیسے بھی ہو یا رسول اللہ! اپنے کرم سے نوازیں اپنی عنایت سے اس بے یار ومددگار کو سر وساماں بخشیں

معراج جسمانی

مدارج النبوۃ میں رقمطراز ہیں۔

صحیح آنست

صحیح یہ ہے کہ سرکار کی سیر گرامی اور معراج

کہ وجود اسرا و معراج ہمہ در بیداری
بجسد بود، و جمہور علما، از صحابہ و تابعین و اتباع
و من بعدہم از محدثین و فقہا و متکلمین بریں اند
و متواتر است بداں احادیث صحیحہ و اخبار صریحہ
(مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۵۷)

سب بیداری میں اور جسم اطہر کے ساتھ تھی۔ صحابہ، تابعین ان کے بعد محدثین، فقہا، اور متکلمین کے جمہور علماء اسی مذہب پر ہیں۔ اس بارے میں صحیح اور صریح احادیث و اخبار وارد ہیں۔

رُویت باری تعالیٰ

رویت حق سبحانہ تعالیٰ در دنیا نیز ممکن
ست ولیکن واقع نیست بہ اتفاق الا حضرت
سید المرسلین را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در
شب معراج کہ آں واقع است۔
(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۲)

دیدارِ الٰہی دنیا میں بھی ممکن ہے مگر واقع نہیں ہے بالاتفاق ہاں حضرت سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے شب معراج میں دیدارِ الٰہی واقع و ثابت ہے۔

اِعلائے شانِ رسالت

شیخ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ اکبری دورِ الحاد میں جب کہ شانِ رسالت کی بے حرمتی کی جا رہی تھی اور اسلام کی عظمتیں پامال ہو رہی تھیں۔ انہوں نے لوگوں کو مقامِ رسالت سے روشناس کیا، اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آداب و خصائص، اختیارات و تصرفات اور ان کی عظمتوں کو ایک دل سوزمند اور حق شناس قلم سے اپنی کتابوں میں پوری قوتِ تحریر کے ساتھ بیان کیا۔ جس نے گم گشتگانِ راہ کو ہدایت سے ہمکنار کیا۔ اور اہلِ اسلام کو دین حق پر استقامت بخشی۔

رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعظیم و محبت شیخ کی سطر سطر میں نمایاں ہے اور آج بھی ان کے رشحاتِ قلم اس دورِ بے ادبی کے لئے شمع ہدایت ہیں۔

بیانِ شفاعت میں شیخ کی یہ سطور قابلِ ملاحظہ ہیں۔ جو ان کے جذباتِ تعظیم و عقیدت سے لبریز ہیں۔ فرماتے ہیں۔

واول کسے کہ فتح بابِ شفاعت کند
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود،
فردا ظاہر شود کہ اورا در درگاہِ خداوندی
چہ قدر جاہ وعزت بودہ است روز روزِ
اوست، وجاہ جاہِ او۔

اور سب سے پہلے جو دروازۂ شفاعت وا
فرمائیں گے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ہوں گے۔ کل ظاہر ہوگا کہ ان کو
بارگاہِ خداوندی میں کس قدر عزت ووجاہت
حاصل ہے۔ دن ان کا دن ہے اور مرتبہ ان کا مرتبہ

پھر فرماتے ہیں۔

بالجملہ روز روزِ محمد است صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم وجائے جائے اوست ومقام مقام
او، وسخن سخنِ او، مہمان اوست۔ دیگراں
طفیلی اند ودر قرآن مجید خطاب پروردگار
ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ ترا
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ترا اے محبِ من
اے محبوبِ من ومطلوبِ من! اے بندۂ خاص
من! چنداں نعمت دہم ورحمت کنم کہ راضی
شوی از من تا ہیچ آرزو ودل تو نہ شکند اے
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمہ کس رضائے من طلبند
ومن رضائے تو، خواہد گفت من راضی نہ شوم
تا یک یک از امت من بیامرزی۔ (تکمیل الایمان مصنفہ ۱۲۱ و ۱۲۲ ملخصاً)

حاصل یہ ہے کہ دن محمد رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا دن ہے۔ اور جا ان کی جا
ہے اور مقام ان کا مقام اور بات ان کی بات
وہ مہمان ہیں اور تمام اہلِ محشر طفیلی۔ قرآن
مجید میں خطاب ہوتا ہے ولسوف یعطیك
ربك فترضیٰ تمہیں اے محمد (صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم) تمہیں اے میرے محب!
اے میرے محبوب ومطلوب! اے میرے
بندۂ خاص! اتنی نعمت دوں گا اور اتنی رحمت
سے نوازوں گا کہ تم مجھ سے راضی ہو جاؤ۔
کسی آرزو وتمنا سے تمہارا دل شکستہ نہ ہو
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب میری رضا کے
طالب ہیں اور میں تمہاری رضا کا۔ عرض کریں گے میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب
تک میرے ایک ایک امتی کی مغفرت نہ فرمادے۔

اسی دیباچۂ اخبار الاخیار میں عظمتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا اور مقام سید الرسل صلی

اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہوئے ان کے حسن محبت اور صلابت اعتقاد کا عالم قابل دید ہے۔ فرماتے ہیں۔

ہم چناں کہ شکر و سپاس خالق موجودات از حیطۂ امکان و احاطۂ انسان بیرون است مدح و ثنائے سید کائنات از مجال شرح و بیان افزوں ۔

جس طرح خالق موجودات کا شکر ادا کرنا دائرۂ امکان اور قدرت انسان سے باہر ہے۔ اسی طرح سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کی مدح و ثنا قوت شرح و بیان سے فزوں تر۔

خیر الوریٰ امام رسل، مظہر اتم — او از خدا و ہر چہ جز او منتہیٰ از او

بہترین خلق پیشوائے رسولاں، ذات خدا کے مظہر اکمل وہ تو خدا سے اور سب کا منتہیٰ ان کی ذات۔

جان جملہ عالم و حق جان جاں شمار — حق را بغیر واسطۂ ذات او مجو۔

وہ سارے عالم کی جان اور حق کو جان جاں سمجھو ان کے واسطے کے بغیر خدا کے طالب نہ بنو۔

پھر ان کی بلاغت، عقیدت اور اکرام و اجلال کے موتی یکجا نظم دیکھیں۔

در اول باعث خلقت عالم است، و در آخر واسطۂ ہدایت بنی آدم، در باطن مربی ارواح و در ظاہر متمم اشباح۔ کاسر ارکان ادیان و دول، ناسخ احکام ملل و نحل، فص خاتم وجود۔ نقش معرفت و شہود، مقصود معتکفان مقصورۂ افلاک، مقصد سالکان معمورۂ خاک، مہتم مکارم اخلاق، مکمل کاملان آفاق، حاجز منزلین وجود و عدم، برزخ بحرین حدوث و قدم، جامع نسخۂ امکان و وجوب، موجب رابطۂ طالب و مطلوب۔

ابتدا میں باعث تخلیق عالم انتہا میں ذریعۂ ہدایت بنی آدم، باطن میں روحوں کے تربیت فرما، ظاہر میں جسموں کے تکمیل کار، باطل مذہبوں اور حکومتوں کے ارکان شکن، دوسرے مذاہب و ملل کے احکام منسوخ فرمانے والے، انگشتری وجود کے نگینہ، معرفت و شہود کے نقش، حجرۂ آسمان کے اعتکاف نشینوں کا مقصود آبادی زمین کے اہل سلوک کا مطلوب، اخلاقی خوبیوں کے منتظم۔ کاملان عالم کے تکمیل کار، وجود و عدم کی منزلوں کے درمیانی رابطہ، حدوث و قدم

عزیزِ مصرِ صمدیت، ملکِ مملکتِ احدیت
مظہرِ حقیقتِ فردانیت، مظہرِ صورتِ رحمانیت
سرِ مکتومِ غیبِ لاہوت۔ طلسمِ معلومِ گنجِ جبروت
مروحِ ارواحِ ملکوتیہ، مزیّنِ اشباحِ ناسوتیہ،
ہدایتِ خطِ ولایت، نہایتِ دائرۂ نبوت۔
مظہرِ اتم، رحمتِ اعم، عقلِ اول،
ترجمانِ ازل، نور الانوار، سرِ اسرار، ہادیٔ
سبل، سیدِ رسل، نورِ الٰہی، سرِ الٰہی، حبیبِ اعلیٰ،
صفیِ اصفیٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کے سمندروں کے درمیانی واسطہ،
نسخۂ امکان و وجوب کے جامع، طالب و
مطلوب کے رابطہ، مصرِ صمدیت کے عزیز،
حکومتِ احدیت کے سلطان، حقیقتِ فردانی
کے پرتو، صورتِ رحمانی کے مظہر، غیبِ لاہوتی
کے رازِ نہاں، گوشۂ جبروت کے طلسمِ آشکار،
ملکوتی روحوں کے راحت دہندہ، انسانی
جسموں کے تزئین فرما، خطِ ولایت کی ہدایت،
دائرۂ نبوت کی انتہا، پرتو کامل، رحمتِ عام
مخلوق کے وجود اول، ازل کے ترجمان، نوروں کے نور، رازوں کے راز، حق راستوں کے ہادی،
رسولوں کے سردار، نورِ حق، رازِ حق، محبوب بالا، سب سے پاکیزہ انتخاب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے

سیدِ رسل، شفیعِ امم، خواجۂ دو کون — نورِ ہدیٰ، حبیبِ خدا، سیدِ انام
رسولوں کے سردار، امتوں کے شفاعت فرما، دونوں جہان کے آقا، ہدایت کے نور، خدا کے محبوب، مخلوق کے سردار

مقصود ذات اوست دگر باہمہ طفیل — منظور نور اوست دگر جملگی ظلام
مقصود ان کی ذات ہے۔ باقی سب طفیل، — نمایاں ان کا نور ہے باقی سب تاریکی

ہر رتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم — ہر نعمتے کہ داشت خدا بروشد تمام
امکان کا ہر مرتبہ ان پر ختم ہے — اور خدا کی ہر نعمت ان پر تمام

(اخبار الاخیار ص ۴۴)

حضرت شیخ سرورِ کائنات علیہ الصلوات والتحیات کو مظہرِ ذاتِ خدا، مصدرِ جملہ موجودات، اور منبعِ تمام فیوض و برکات مانتے ہیں، مدارج النبوۃ میں اپنے نظریات بڑی صلابت اور پختگی کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

انبیا مخلوق اند از اسماء ذاتیہ حق ، واولیاء از اسماء صفاتیہ ، و بقیہ کائنات از صفاتِ فعلیہ ، سیدِ رسل ، مخلوق است از ذاتِ حق ، و ظہورِ حق در وے بالذات است پس انبیاء و اولیاء علیہم صلوات اللہ وسلامہ مظہرِ اسماء وصفات گشتند و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مظہرِ ذات ۔ (مدارج النبوۃ ص۶۰۹ و ج۲ ص۶۱ ملخصاً)

انبیاء کرام اللہ کے اسماء ذاتیہ سے پیدا ہیں ، اور اولیاء اسماء صفاتیہ سے ، باقی کائنات صفات فعلیہ سے ، اور سید رسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات حق سے پیدا ہیں ۔ ان میں خدا کا ظہور بالذات ہے ۔ تو انبیاء و اولیاء علیہم صلوات اللہ وسلامہ اسماء وصفات کے مظہر ہوئے ۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہرتو ذات ۔

اور فرماتے ہیں ۔

پس حقیقتِ محمدی مصدرِ جمیع موجودات و مبدأ و واسطہ آثار فیوض و برکات است ۔ پس اگر متحقق شود یکے را کمالے از اں کمالات مثلاً الیہا معطوف خواہد بود بروے و تابع خواہد گشت مرا درا ۔ (مدارج النبوۃ ج۲ ص۶۱)

تو حقیقتِ محمدی تمام موجودات کا سرچشمہ ، سب کا منبع و مبدأ اور تمام فیوض و برکات کا واسطہ ہے ۔ تو اگر کسی کو کوئی نمایاں کمال حاصل ہو تو ان ہی کی طرف راجع ، اور انہیں کے تابع ہوگا ۔

دیباچہ میں فرماتے ہیں ۔

ھُوالاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم ۔ ایں کلمات اعجاز سمات ہمہ مشتمل بر حمد و ثنائے الٰہی است ، تعالیٰ و تقدس کہ در کتاب مجید خطبۂ کبریائی خود بداں خواندہ ، وہم متضمن نعت و وصف حضرتِ رسالت پناہی است صلی اللہ علیہ وسلم کہ وے سبحانہ او را بداں تسمیہ و توصیف

وہ اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے ۔ اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ۔ یہ اعجاز نشان کلمات خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا ، پر بھی مشتمل ہیں جن سے قرآن مجید میں اپنی کبریائی کا خطبہ پڑھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت وصفت کو بھی متضمن ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے یہ نام وصفات رکھے ۔ اور وحی متلو

نمودہ، وچندیں اسماء حسنہ جل شانہ است کہ در وحی متلو وغیر متلو حبیب خود را بداں نامیدہ وجلیلہ جمال وحلی کمال وے ساختہ، اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمامہ اسماء وصفات الٰہی متخلق ومتصف است، باوجود آں بہ بعضے ازاں بخصوص نامزد ونامور گشتہ است مثل نور حق، علیم، حکیم، مؤمن، مہیمن، ولی، ہادی، رؤف، رحیم، وجز آں۔ وایں چہار اسم اول وآخر، ظاہر وباطن نیز ازاں قبیل است۔ (مدارج النبوۃ ج۱ ص۲)

وغیر متلو (قرآن وحدیث) میں کتنے اسماء حسنہ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہیں کہ اپنے حبیب کو بھی ان سے موسوم فرمایا، اور ان کے جمال وکمال کا زیور بنایا۔ اگرچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام صفات واسماء الٰہی سے متصف ہیں، پھر بھی بعض اسماء وصفات سے خاص طور پر نامزد اور مشہور ہیں جیسے نور، حق، علیم، حکیم، مؤمن، مہیمن، ولی، ہادی، رؤف، رحیم وغیرہا اور یہ چاروں نام اول وآخر ظاہر وباطن بھی اسی قبیل سے ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب معراج دیدار الٰہی سے شرفیاب ہوئے، اس پر احادیث، دلائل فریقین اور علماء کا راجح مسلک تحریر فرمانے کے بعد اپنے وجدان، اور عقل وبصیرت کا ایمانی فیصلہ تحریر فرماتے ہیں۔

گفت بندۂ مسکین عبد الحق بن سیف الدین خصہ اللہ بمزید الصدق و الیقین، کہ کلام علماء نظر بہ دلائل وآثار واخبار ہمچناں مست کہ مذکور شد، اما ایں مقدار خلجان می کند کہ معراج اتم مقامات واقصیٰ کمالات آنحضرت بود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ہیچ یکے از انبیاء در انجا باوے شرکت نہ بود، وہیچ بشرے وملکے را گنجائش آں مقام نہ،

بندۂ ناچیز عبد الحق بن سیف الدین اللہ تعالیٰ اُسے مزید صدق ویقین سے نوازے، کہتا ہے کہ دلائل اور آثار واحادیث پر نظر کرتے ہوئے علماء کے کلام اس طرح ہیں جیسا کہ ذکر ہوا لیکن اتنا خلجان رہ جاتا ہے کہ معراج آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کامل ترین مقام اور بعید الحصول کمال تھا، کہ اس مقام وکمال میں کوئی نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک

پس عجب است کہ دراں مقام برند و در خلوتِ خاص در آرند و با علیٰ مطلب و اقصیٰ مسائلت کہ دیدار است مشرف نگردانند و آنحضرت بایں معنی راضی باشد۔ اگرچہ بکمال بندگی و ادب و سطوتِ کبریائی حق او را بریں دارد کہ سوال نتواند کرد، و از ذوقِ کلام مست گشتہ انبساط نماید طلب دیدار نہ کند، چنانکہ موسیٰ علیہ السلام کرد ــــ اما کمالِ محبت و محبوبیت کہ با جنابِ اقدس دارد کجا می گزارد کہ حجابے ماند (مدارج ج ۱ ص ۱۶۳)

نہیں، اور نہ ہی کسی انسان یا فرشتہ کی اس مقام تک رسائی پس تعجب خیز امر ہے کہ اس مقام میں لے جائیں خلوتِ خاص میں بلائیں۔ اور سب سے اعلیٰ و اقصیٰ مطلوب و مقصود، "دیدار" سے مشرف نہ فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر راضی بھی رہیں، اگرچہ کمالِ بندگی و ادب اور سطوتِ کبریائی کی بنا پر خدا انہیں اسی حال پر رکھے کہ سوال نہ کریں اور ذوقِ کلام سے مست ہو کر مسرور ہو جائیں۔ اور طلبِ دیدار نہ کریں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا۔ لیکن کمالِ محبت و محبوبیت جو حضور کو رب کی جناب اقدس میں حاصل ہے کب اس حال پر چھوڑے گا کہ کوئی حجاب باقی رہ جائے۔

عظمتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے متعلق شیخ کے کلمات و عبارات کا احصا انتہائی مشکل ہے۔ ہر کتاب میں تعظیم و اجلال اور ادب و محبت کے شواہد و آثار نمایاں ہیں۔ ذوقِ مطالعہ رہنمائی کر سکتا ہے۔

بہر حال شیخ نے اس وقت کے بگڑے ماحول میں عظمتِ رسالت سے اہلِ عالم کو روشناس کر کے ایسی عظیم خدمت انجام دی ہے جو رہتی دنیا تک ان کے نمایاں تجدیدی و اصلاحی کارناموں میں شمار کی جائے گی۔

سرکارِ غوثیت شیخ کو تمام اولیاء کرام سے عقیدت و محبت ہے مگر سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے انہیں گہری اور بے پناہ عقیدت تھی، حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات میں انہوں نے زبدۃ الآثار تصنیف فرمائی۔ جو بہجۃ الاسرار شریف کی تلخیص ہے۔

پھر فارسی میں خود ہی اس کا ترجمہ بھی فرمایا۔

اخبار الاخیار شریف کے خاتمہ میں بارگاہِ غوثیت میں ان کی نظرِ عقیدت ملاحظہ ہو۔

اگر دیگراں قطب اند او قطب الاقطاب است و اگر ایشاں سلاطین، او سلطان السلاطین محی الدین کہ دینِ اسلام را زندہ گردانید، ملت کفر را ابمیر اند کہ الشیخ یحیی و یمیت۔

زہے مرتبہ کہ ایجاد دین از حی قیوم است و احیاء آں از وے غوث الثقلین آں را گوئند کہ جن و انس ہمہ بوے پناہ جویند، من بے کس نیز پناہ باو جستہ ام، و بہ درگاہِ او فتادہ مرا جز عنایت او کس نیست و بغیر لطفِ او فریاد رس نے۔

اگر دوسرے اولیا، قطب ہیں تو وہ قطبوں کے قطب اور اگر یہ بادشاہ ہیں تو وہ بادشاہوں کے بادشاہ محی الدین کہ دینِ اسلام کو زندہ فرما[illegible] ملتِ کفر موت کے گھاٹ اتاری کہ شیخ جلاتا مارتا ہے۔

خوشا مرتبہ کہ ایجادِ دین خدائے حی و قیوم[illegible] ے ہے اور احیائے دین اِن سے۔ غوث الثقلین اسے کہتے ہیں جس کی جن و انس سب پناہ [illegible] لیں بندہ بیکس نے بھی اُن ہی کی پناہ لی ہے اور انہیں کی بارگاہ پہ پڑا ہوا ہے۔ میرا اُن کی عنایت کے سوا کوئی نہیں اور نہ ان کے کرم کے بغیر کوئی فریاد رس۔

آگے فرماتے ہیں۔

اوست در جملہ اولیاء ممتاز ۔ چوں پیمبر در انبیاء ممتاز

وہ ہیں تمام اولیاء میں ممتاز ۔ جیسے ہمارے پیغمبر تمام انبیاء میں ممتاز

(اخبار الاخیار ص۳۱۵)

بارگاہِ غوثیت سے اپنی عقیدت کا اظہار دوسری تصنیفات میں بھی طرح طرح فرمایا۔ اپنے نام کے ساتھ قادری لکھا کرتے تھے۔ جبکہ دیگر سلاسل میں بھی ان کو بیعت و خلافت حاصل تھی۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "فتوح الغیب" کی شیخ نے فارسی میں

شرح کی ہے ۔ مگر شرح میں اپنا مقدمہ یا نام تحریر نہ فرمایا ۔ بلکہ فرماتے ہیں ۔

"ذکر نام ایں حقیر چہ حد و مجال کہ درایں مقام تواں برد" (شرح فتوح الغیب ص۴۲۴ عالمیہ)

کیا جرأت و طاقت کہ اس حقیر کا نام اس مقام میں ذکر ہو سکے ۔

اِس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بارگاہِ غوثیت میں ان کے کمالِ احترام و عقیدت کا کیا حال تھا ۔؟

ہم نے مختلف مسائل میں شیخ کے عقائد و نظریات تحریر کر دئیے ۔ جن سے شیخ کا موقف اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے ۔ مزید تفصیل اور دوسرے تمام مسائل میں ان کے نظریات معلوم کرنے کیلئے "تکمیل الایمان"، کا مطالعہ مفید ہو گا ۔ اس کا اردو ترجمہ ہندوستان میں مکتبۃ الحبیب جامعہ حبیبیہ مسجدِ اعظم الہ آباد سے شائع ہو چکا ہے ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ وصحبہ وابنہ و حزبہ اجمعین ٥

کتابت :۔ محمد عارف اللہ خان مصباحی متعلم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

المجمع الاسلامی مبارکپور

کی

قلمی خدمات

		قیمت
۱. نور الایمان (مترجم) (زیارتِ آثارِ مقدسہ)	افتخار احمد قادری	۱۰/-
۲. امام احمد رضا (اربابِ علم و دانش کی نظر میں)	یٰسین اختر مصباحی	۸/-
۳. المدیح النبوی	" "	۱۲/-
۴. الادب الجمیل	افتخار احمد قادری	۱۲/-
۵. الفضل الموہبی (معرب) (مسلک امام اعظم اور حدیث صحیح) مرکزی مجلس رضا لاہور سے مفت تقسیم ہوئی	"	
۶. ارشاداتِ اعلیٰحضرت	محمد عبد المبین نعمانی	۳/۵۰
۷. تدوینِ قرآن	محمد احمد مصباحی	۱۰/-
۸. فضائلِ قرآن	افتخار احمد قادری	۱۵/-
۹. گنبدِ خضرا	اختر مصباحی	۵/-
۱۰. امام احمد رضا اور ردبدعات و منکرات	اختر مصباحی	۱۵/-
۱۱. سوانح محدث دہلوی	محمد عارف اللہ قادری	۲/۵۰
۱۲. تصنیفات امام احمد رضا	محمد عبد المبین نعمانی	

اشاعتی خدمات

		قیمت
۱. مقالات امجدی	مفتی شریف الحق امجدی	۳/-
۲. امتیاز حق (فضل حق خیر آبادی اور اسمٰعیل دہلوی کے سیاسی کردار کا تقابلی جائزہ)	راجہ غلام محمد	۶/-
۳. فاضل بریلوی (علماء حجاز کی نظر میں)	پروفیسر مسعود احمد دہلوی	۱۰/-
۴. حقوق اولاد	امام احمد رضا قادری	۶۰/
۵. حقوق والدین	"	۵۰/
۶. معانقہ عید	"	۲/۵۰
۷. خلافت صدیق و علی	"	۹۰/
۸. تخلیق ملائکہ	"	۷۵/
۹. ذبیحۂ اولیاء	"	۶۰/
۱۰. جد الممتار علی رد المحتار اول عربی معروف بہ حاشیۂ شامی	"	۲۵/-
۱۱. ارشاد القرآن، حضرت حافظ ملت، ہدیہ دعائے خیر		

رابطہ کا پتہ:- المجمع الاسلامی (اسلامی اکیڈمی) مبارکپور، ضلع اعظم گڈھ یوپی ہند